ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

35

www.tanzeem.org

یکم تا 7 ذوالحجہ 1436ھ/ 15 تا 21 ستمبر 2015ء

اس شمارے میں

1965ء کی جنگ: ایک پہلو یہ بھی ہے

متقی لوگ ہی جنت کے مستحق ہیں

علاج اس کا وہی......

قربانی: فضائل، احکام، حکمتیں

سائبان اُٹھ گیا!

کرپشن کے خلاف آپریشن

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عمر ضائع کردی!

مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ کی خدمت میں ایک دن حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت غمزدہ بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا ''مزاج کیسا ہے؟'' انہوں نے کہا کہ مزاج کیا پوچھتے ہو، عمر ضائع کردی...... میں نے عرض کیا: حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں اور دین کی اشاعت میں گزری ہے۔ ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی؟ حضرت نے فرمایا ''ہماری عمروں کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کوششوں کا خلاصہ یہ رہا کہ دوسرے مسلکوں پر حنفی مسلک کی ترجیح قائم کردیں، امام ابوحنیفہ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں۔ یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا!...... اب غور کرتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی!'' پھر فرمایا ''ارے میاں اس بات کا کہ کون سا مسلک صحیح تھا اور کون سا خطا پر، اس کا راز تو کہیں حشر میں بھی نہیں کھلے گا اور نہ دنیا میں اس کا فیصلہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی قبر میں منکر نکیر پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترکِ رفع یدین حق تھا، (نماز میں) آمین زور سے کہنا حق تھا یا آہستہ کہنا حق تھا۔ برزخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا۔ روزِ محشر اللہ تعالیٰ نہ امام شافعیؒ کو رسوا کرے گا نہ امام ابوحنیفہؒ کو، نہ امام مالکؒ کو، نہ امام احمد بن حنبلؒ کو...... اور نہ میدانِ حشر میں کھڑا کرکے یہ معلوم کرے گا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحیح کہا تھا یا امام شافعیؒ نے غلط کہا تھا، ایسا نہیں ہوگا۔ تو جس چیز کا نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے، نہ برزخ میں، نہ محشر میں، اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کردی اور جو ''صحیح اسلام'' کی دعوت تھی، جو سب کے نزدیک مجمع علیہ اور وہ مسائل جو سبھی کے نزدیک متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیاء کرامؑ لے کر آئے تھے، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا، وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی، آج اس کی دعوت ہی نہیں دی جارہی۔ یہ ضروریاتِ دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہورہی ہیں اور اپنے اور اغیار سبھی دین کے چہرے کو مسخ کررہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیے تھا، وہ پھیل رہے ہیں۔ گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آرہا ہے، شرک و بت پرستی چلی آرہی ہے، حرام وحلال کا امتیاز اٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی وفروعی بحثوں میں!...... اس لئے غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کررہا ہوں کہ عمر ضائع کردی۔''

وحدت اُمت

مولانا مفتی محمد شفیعؒ

الھدیٰ (663)

کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃ بَنی اِسرَاءِیل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 43، 44

سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یَقُوۡلُوۡنَ عُلُوًّا کَبِیۡرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَ الۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِیۡہِنَّ ؕ وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ وَ لٰکِنۡ لَّا تَفۡقَہُوۡنَ تَسۡبِیۡحَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۴﴾

آیت ۴۳ ﴿سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یَقُوۡلُوۡنَ عُلُوًّا کَبِیۡرًا ﴿۴۳﴾﴾ ''وہ پاک ہے اور بہت ہی بلند و برتر ہے ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں۔''

آیت ۴۴ ﴿تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَ الۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِیۡہِنَّ ؕ﴾ ''اُسی کی تسبیح میں لگے ہوئے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور (وہ تمام مخلوق بھی) جو ان میں ہے۔''

اس کائنات کی ایک ایک چیز‘ چاہے جاندار ہو یا بظاہر بے جان‘ وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ تسبیح کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود سے گویا اپنے خالق کی خلاقی اور اپنے صانع کی صناعی کا اعلان کر رہی ہے۔ جیسے ایک تصویر اپنے مصور کے معیارِ فن کا اظہار کرتی ہے‘ لیکن تمام مخلوقات کا ایک طرزِ تسبیح قولی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو زبان عطا کر رکھی ہے اور وہ اپنی زبانِ خاص سے اللہ کی تسبیح میں مصروف ہے۔

﴿وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ وَ لٰکِنۡ لَّا تَفۡقَہُوۡنَ تَسۡبِیۡحَہُمۡ ؕ﴾ ''اور کوئی چیز نہیں مگر یہ کہ وہ تسبیح کرتی ہے اُس کی حمد کے ساتھ‘ لیکن تم نہیں سمجھ سکتے ان کی تسبیح کو۔''

﴿اِنَّہٗ کَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۴﴾﴾ ''یقیناً وہ بہت تحمل والا‘ بہت بخشنے والا ہے۔''

ہر چیز کا یہی اندازِ تسبیح ہے جس کا ادراک انسان نہیں کر سکتے۔ سورۃ حٰم السجدہ کی آیت ۲۱ میں اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا ذکر ہے کہ اُس نے ہر چیز کو قوتِ ناطقہ عطا کی ہے۔ روزِ محشر جب انسانوں کے اپنے اعضاء ان کے خلاف شہادت دیں گے تو وہ حیران ہو کر اپنی کھالوں سے پوچھیں گے کہ یہ سب کیا ہے؟ ﴿قَالُوۡۤا اَنۡطَقَنَا اللّٰہُ الَّذِیۡۤ اَنۡطَقَ کُلَّ شَیۡءٍ﴾ ''ان کے چمڑے جواب میں کہیں گے کہ ہمیں اُس اللہ نے قوتِ گویائی عطا کی ہے جس نے ہر چیز کو بولنا سکھایا ہے۔''

فرمان نبویؐ

ہر جاندار اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہے

عَنۡ هُرَيۡرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((قَرَصَتۡ نَمۡلَةٌ نَبِيًّا مِنَ الۡاَنۡبِيَاءِ فَاَمَرَ بِقَرۡيَةِ النَّمۡلِ فَاُحۡرِقَتۡ فَاَوۡحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَيۡهِ فِي اَنۡ قَرَصَتۡكَ نَمۡلَةٌ اَهۡلَكۡتَ اُمَّةً مِنَ الۡاُمَمِ تُسَبِّحُ)) (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''ایک نبی نے کسی درخت کے نیچے پڑاؤ کیا۔ انہیں کسی چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انہوں نے چیونٹیوں کے پورے بل کو آگ لگا دی۔ اللہ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ ایک چیونٹی نے آپ کو کاٹا اور آپ نے تسبیح کرنے والی ایک پوری امت کو ختم کر دیا۔''

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی چیز اللہ نے بے کار پیدا نہیں کی اور ہر جاندار چیز اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتی ہے۔ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی جاندار کو مار ڈالنے سے منع فرمایا ہے الا یہ کہ وہ ایذاء پہنچانے والا ہو۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
یکم تا 7 ذوالحجہ 1436ھ — جلد 24
15 تا 21 ستمبر 2015ء — شمارہ 35
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

1965ء کی جنگ: ایک پہلو یہ بھی ہے

پاکستان اور بھارت دونوں نے اس مرتبہ 1965ء کی جنگ کی یاد بڑے زور شور کے ساتھ منائی ہے۔ شاید اس لیے کہ اس جنگ کو پچاس سال بیت گئے اور یہ جنگ کی گولڈن جوبلی تھی۔ دونوں نے جنگ جیتنے کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے جنگی ہیروز کے حوالے سے بلند بانگ واقعات بیان کیے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں نے یہ جنگ جیتی اور دونوں نے یہ جنگ ہاری، اس لیے کہ کسی مقابلے میں یا کسی بھی نوعیت کی کشمکش میں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ فریقین میں سے کون سا فریق اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب رہا اور کون ناکام رہا۔ ہماری رائے میں پاکستان نے یہ جنگ کشمیر کو بزور شمشیر آزاد کروانے کے لیے شروع کی تھی لیکن پاکستان کشمیر حاصل نہ کر سکا۔ بھارت نے اس جنگ میں لاہور اور سیالکوٹ کے محاذوں پر پوری قوت سے حملہ کر کے یہ کوشش کی تھی دونوں اطراف سے اس کی فوج آگے بڑھ کر پاکستان کو جغرافیائی لحاظ سے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی۔ لیکن بھارت بری طرح ناکام رہا بلکہ لاہور سیکٹر سے بھارت بری طرح پسپا ہوا اور پاکستانی افواج نے قصور سے آگے بڑھ کر کھیم کرن کے بھارتی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ البتہ بھارت کو انٹرنیشنل سرحد پر حملہ صرف اس لحاظ سے فائدہ مند رہا کہ اپنی انٹرنیشنل سرحدیں بچاتے ہوئے پاکستان کی کشمیر میں پیش رفت رک گئی۔ شاید اسی لیے پاکستان آج تک 6 ستمبر کو یوم فتح نہیں بلکہ یوم دفاع کے طور پر مناتا رہا۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس جنگ میں پاکستان اپنے سے پانچ گنا بڑے دشمن سے اپنا دفاع کرنے میں مکمل طور پر کامیاب رہا۔ یہ اعداد و شمار بھی درست ہیں کہ پاکستان نے دشمن کا جانی نقصان زیادہ کیا، اس کے رقبہ پر قبضہ کیا اور دشمن کا جنگی ساز و سامان بھی زیادہ تباہ ہوا لیکن پاکستان بھی کشمیر کے حوالے سے اپنے مقصد کے حصول میں بری طرح ناکام ہوا۔ لہٰذا فریقین میں سے کوئی بھی مکمل فتح یا اپنے دشمن کی مکمل شکست کا دعویٰ کرتا ہے تو تاریخ اُس کے دعویٰ کو قبول نہیں کرے گی۔

آج ہم اس جنگ کہ اس پہلو پر غور کریں گے کہ آیا حکومت پاکستان خصوصاً ایوب خان جو اس وقت پاکستان میں سیاہ و سفید کے مالک تھے، نے اس جنگ کا آغاز باقاعدہ منصوبہ بندی اور سوچ سمجھ کر کیا تھا یا پاکستان کو اس جنگ میں دھکیل دیا گیا تھا اور اگر واقعتاً پاکستان کو اس جنگ میں دھکیلا گیا تھا تو اندرونی اور بیرونی سطح پر وہ کون سے عناسر تھے جو پاکستان کو جنگ کی طرف لے گئے تھے۔

ہماری رائے میں اس دلیل میں وزن ہے اور پاکستان کی تاریخ کا اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو ایسے واضح شواہد ملیں گے کہ اندورنی اور بیرونی عناصر نے مل کر یا اپنے اپنے مفاد کے تحت اپنی اپنی سطح پر شعوری کوشش سے پاکستان کو اس جنگ میں دھکیلا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد ایوب خان کی حکومت، قطع نظر اس سے کہ وہ کیسے قائم ہوئی تھی، ایک مستحکم حکومت تھی اور پاکستان تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہا تھا۔ پاکستان کی معیشت ہندوستان سمیت اکثر ممالک سے بہتر تھی۔ پاکستانی

روپے کی قیمت بھارتی روپے سے پونے دوگنا زیادہ تھی۔ پاکستان کی فوج کا شمار دنیا کی چند بہترین افواج میں تھا۔ پاکستان آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک تھا۔ دنیا جانتی تھی کہ پاکستان اسلامی نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوا تھا اور اسلام دشمن عالمی قوتوں کو یہ سب کچھ گوارا نہ تھا۔ لہٰذا ایک منصوبہ کے تحت ترقی کی ابتدائی منازل طے کرنے والی ایک اسلامی ریاست کو جنگ میں الجھا دیا گیا۔ دوسری عالمگیر جنگ نے یہ بھی ثابت کیا تھا کہ جدید دور میں جنگ سے مفتوح ہی نہیں فاتح بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ برطانیہ جنگ عظیم دوم کا فاتح تھا لیکن اس جنگ کے بعد وہ سکڑ گیا۔ اندرون ملک بھٹو کی شخصیت ابھر رہی تھی، خصوصاً مغربی پاکستان میں لوگ ایوب خان کے بعد اُن کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ہماری رائے میں ایوب خان جنگ نہیں چاہتا تھا لیکن پاکستانی حکمرانوں چاہے فوجی ہوں یا سویلین، اُن کی سوچ یہ رہی کہ اگر کشمیر اُن کے دور میں پاکستان کو مل جائے تو اُنہیں نسل در نسل حکومت کرنے کا موقع اور حق حاصل ہو جائے گا۔ بھٹو نے ایوب خان کے ساتھ ڈبل گیم کی۔ اُسے کشمیر میں مداخلت کار بھیجنے کا مشورہ دیا اور یہ یقین دہانی بھی کرائی کہ بھارت انٹرنیشنل سرحد عبور نہیں کرے گا۔ بھٹو کا منصوبہ یہ تھا کہ اگر کشمیر حاصل ہو جاتا ہے تو وہ ایوب خان کے نیچرل جانشین ہوں گے، اور شاید اسی لیے وہ انہیں ڈیڈی کہتے تھے۔ اور اگر پاکستان ناکام ہوتا ہے تو یہ ناکامی ایوب خان کے کھاتے میں ڈال کر اُن کے خلاف مہم جوئی کے امکانات بہت روشن ہوں گے اور اُنہیں صدارت سے ہٹایا جاسکے گا۔ یعنی اندرونی اور بیرونی عناصر نے ایوب خان کو کشمیر کے حوالے سے چکمہ دے کر جنگ کی طرف دھکیلا۔ گویا ایوب خان سے فراڈ ہوا، اگرچہ یہ بات اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ کوئی فراڈ یا یعنی دھوکہ باز اُسی صورت میں کامیاب ہوتا ہے جب وہ دھوکہ کھانے والے کے اندر کے لالچ کو پوری طرح ہوا دیتا ہے، اُس کی کمزوری کو اور اُس کی خواہش کو ایکسپلائیٹ کرتا ہے اور وہ لالچ میں دوسرے کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ مثال سے بات شاید زیادہ بہتر طور پر واضح ہو سکے۔ ڈبل شاہ ہمارے معاشرے کا ایک کردار ہے۔ وہ لوگوں سے پیسے نکلوانے میں اس لیے کامیاب ہوا کہ اُس نے لوگوں کی اس اندھی خواہش کو ایکسپلائیٹ کیا کہ وہ کسی طرح راتوں رات امیر ہو جائیں، ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ چھپڑ پھاڑ کر دولت کا ڈھیر اُس کے سامنے لگ جائے۔ لہٰذا وہ بیوقوف بنے اور اپنی پونجی بھی گنوا بیٹھے۔ ہماری رائے میں ایوب خان جنگ نہیں چاہتے تھے۔ اُنہیں جنگ کے نقصانات کا پورا پورا اندازہ تھا لیکن نسل در نسل حکومت اور بادشاہت کی خواہش میں وہ بہہ گئے۔ 1962ء میں ہند چینی سرحدی جھڑپوں کے دوران جب چین نے پاکستان کو کشمیر میں فوجیں داخل کرنے کا کہا تھا تو ایوب خان نے انکار کر دیا، اس لیے کہ امریکہ نے انہیں یقین دہانی کرائی تھی اور وہ اُس وقت امریکہ کو اپنا انتہائی مخلص اور ہمدرد سمجھتے تھے۔ وہ امریکہ کو اپنے اقتدار کا پشتیباں سمجھتے تھے لیکن 1965ء میں وہ امریکہ کے حوالے سے شک وشبہات میں مبتلا ہو چکے تھے اور اب انہیں اپنے اقتدار کو دائمی اور پکا کرنے کے لیے کسی اور سہارے کی ضرورت تھی۔ 1965ء میں بیرونی سازشیں کتنی ہی کیوں نہ ہوتیں، اگر ایوب خان اور بھٹو اپنے اقتدار کی بجائے کشمیر کی آزادی کے لیے مخلص ہوتے تو ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کشمیریوں کی آزادی کی کوئی راہ نکال دیتا۔ کارگل کا حادثہ اگرچہ 1965ء کی جنگ کے چونتیس سال بعد ہوا لیکن اس میں بھی ہمیں ناکامی کا منہ اس لیے دیکھنا پڑا کہ پرویز مشرف کو اقتدار کی ہوس تھی وہ بدنیت تھا جبکہ نواز شریف کی نااہلی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ بہرحال، تاریخ پاکستان کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر کے مسئلہ کو سیاسی اور عسکری قوتوں نے اپنے اقتدار کو جمانے اور مضبوط کرنے کے لیے استعمال کیا۔

1965ء کی جنگ سے البتہ ایک بات سامنے آئی کہ قوم اگر متحد ہو تو دشمن کے لیے کامیابی آسان نہیں ہوتی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ 1965ء کی سترہ روزہ جنگ کے دوران سٹریٹ کرائم، رشوت کا لین دین اور باہمی جھگڑے اور فساد تاریخ کی کم ترین سطح پر تھے۔ نہ اس سے کم پہلے کبھی تھے اور نہ اس کے بعد ہوئے۔ لیکن یہ قومی اتحاد جلد ہی انتشار میں تبدیل ہو گیا اور 1971ء میں بدترین شکل میں اُس کا نتیجہ سامنے آ گیا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ اتحاد کیوں ختم ہوا، اور کیوں انتشار میں تبدیل ہو گیا۔ ہماری رائے میں اس لیے کہ یہ اتحاد کمزور اور عارضی بنیادوں پر تھا۔ ہمارے طرز عمل، طرز زندگی اور طرز حکومت میں زبردست تضاد تھا۔ پاکستان قومیت کی نفی کر کے معرض وجود میں لایا گیا تھا اور ہم قومیت ہی کی بنیاد پر پاکستان کو مضبوط کرنا چاہتے تھے۔ ہم یہ نہ سمجھ سکے کہ کلکتہ اور ڈھاکہ میں رہنے والے دونوں قومیت کے حوالہ سے ایک یعنی بنگالی ہیں لیکن وہ دو مختلف ممالک میں اس لیے تقسیم ہوئے کہ کلکتہ والا بنگالی ہندو تھا اور ڈھاکہ والا مسلمان تھا۔ ڈھاکہ کے بنگالی نے سندھی یا پنجابی یا پٹھان قومیت کے حامل سے مل کر ایک ملک میں رہنا صرف اس لیے طے کیا کہ دونوں مسلمان تھے۔ لہٰذا اتحاد کی بنیاد دین ہونا چاہیے تھا۔ دین اسلام کو پاکستان میں نافذ و جاری کیا جاتا تو جغرافیائی فاصلوں اور قومیتوں کے بُعد کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔ اللہ اور رسولؐ سے محبت اُنہیں جوڑ کر رکھتی۔ بہرحال ہمارے درمیان مثالی اور مضبوط اتحاد صرف اور صرف اسلام کی بنیاد پر قائم ہو سکتا ہے۔ اسی کا نعرہ لگا کر ہم نے پاکستان حاصل کیا تھا اسی کو نافذ کر کے ہم نیا، مضبوط و مستحکم پاکستان دنیا کو دکھا سکتے ہیں۔

رب کے فرمان بردار اور رب کے نافرمان کسی صورت برابر نہیں ہو سکتے......اور

متقی لوگ ہی جنت کے مستحق ہیں!

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کے 4 ستمبر 2015ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سورۃ القلم کے پہلے رکوع کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں اور آج اس کا دوسرا رکوع ہمارے زیر مطالعہ آئے گا۔ اس رکوع کے آغاز میں سردارانِ قریش کی ایک غلط فہمی کا ازالہ کیا جا رہا ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ہمیں دنیا میں بہت کچھ ملا ہے اور آخرت اگر ہو گی تو ہمیں وہاں بھی بہت کچھ ملے گا۔ اس غلط فہمی کا ازالہ بایں الفاظ کیا گیا:

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۳۴﴾﴾

''متقین کے لیے یقیناً ان کے رب کے پاس نعمت والے باغات ہیں۔''

آخرت میں یقیناً بہت بڑی نعمتیں ہیں' لیکن یہ تمام نعمتیں صرف ان کے لیے ہیں جو اللہ پر ایمان لائیں اور پھر تقویٰ اختیار کریں۔ ویسے تو ہر مسلمان سمجھتا ہے کہ جنت میری میراث ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح لفظوں میں فرما دیا کہ ایمان لانے کے بعد اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والوں اور گناہوں' حرام کاموں سے بچنے والوں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی سے باز رہنے والوں کے لیے نعمتوں والے باغات اور جنت ہے۔

یہ مضمون قرآن مجید کی آخری منزل (حزب) کی سورتوں میں بار بار بیان ہوا ہے جن کا ہم گزشتہ ایک سال سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ مثلاً سورۂ ق میں فرمایا: ﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ (31)﴾۔ سورۃ الذاریات میں فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ (15)﴾۔ سورۃ الطور میں فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ (17)﴾۔ سورۃ القمر میں فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ (54)﴾۔ الغرض ہر سورت میں خاص طور پر مکی سورتوں میں اس مضمون کا اعادہ ہوا ہے۔

اگلی آیت میں اس حوالے سے ایک عقلی دلیل آ رہی ہے۔ فرمایا:

﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾﴾

''کیا ہم اپنے فرمان برداروں کو مجرموں کے برابر کر دیں گے؟''

فرمان بردار تو وہ ہے جو اللہ کو رب اور آقا مان کر اس کے احکام کے مطابق زندگی گزار رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں اللہ کے باغی اور مجرم ہیں جو اللہ کو رب ماننے کے لیے ہی تیار نہیں ہیں اور اگر رب مان بھی لیں تو اس کے احکامات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں' تو عقل کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔

مرتب: حافظ محمد زاہد

یہ حقیقت سب جانتے ہیں کہ اس دنیا میں بھی کسی آقا کا فرمان بردار اور نافرمان کسی صورت برابر نہیں ہو سکتے' لیکن پھر بھی یہ سوچتے ہیں کہ آخرت میں ہمارے لیے سب صحیح ہو گا۔ کیا ان کے پاس اس کی کوئی سند ہے؟ اگر نہیں تو پھر یہ کیسے فیصلے کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿مَا لَكُمْ قف كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لا اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾﴾

''تمہیں کیا ہو گیا ہے' تم کیسے حکم لگاتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھتے ہو؟ کہ اس (آخرت) میں تمہیں وہ سب کچھ مل جائے گا جو تم پسند کرو گے! کیا تم نے ہم سے کوئی قسم لے رکھی ہے جو باقی رہنے والی ہو قیامت کے دن تک کہ تمہارے لیے وہی کچھ ہو گا جو تم فیصلہ کرو گے؟''

دنیا میں تو اللہ نے تمہیں چھوٹ دی ہے اور تمہیں کچھ اختیار بھی دیا ہے' لیکن آخرت میں یہ معاملہ نہیں ہے۔ وہ تو روزِ جزا ہے اور وہاں تو حساب کتاب ہو گا اور پھر فیصلہ ہو گا کہ کون جنت میں جائے گا اور کون جہنم میں۔ اور تم جو کہتے ہو کہ آخرت میں سب ہماری مرضی کے مطابق ہو گا تو کیا تمہارے پاس کوئی سند ہے یا اللہ کی طرف سے کوئی وثیقہ تمہیں مل گیا ہے کہ تم اپنے بارے میں قیامت کے دن خود فیصلے کرو گے اور جو چاہو گے' وہ تمہیں ملے گا۔

﴿سَلْهُمْ اَیُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ج فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۴۱﴾﴾

''تو لائیں یہ اپنے شریکوں کو اگر یہ سچے ہیں! (اے نبی ﷺ!) ذرا ان سے پوچھیے کہ ان میں سے کون ہے جو اس کا ضامن ہو؟ کیا ان کے کوئی شریک ہیں؟''

کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہاں اللہ کی طرف سے مجھے یہ سرٹیفکیٹ ملا ہوا ہے اور قیامت کے دن بھی جو فیصلے ہوں گے وہ میری مرضی کے مطابق ہوں گے۔ زیر مطالعہ آیات میں فرمایا گیا کہ اگر کوئی ایسا ہے تو وہ سامنے آئے۔ اس چیلنج کا اصل مقصد یہ ہے کہ لوگ غور و فکر کریں اور اپنے اندر جھانکنے پر مجبور ہوں کہ ان کا موقف کتنا غلط اور کتنا کمزور ہے۔

﴿یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۴۲﴾﴾

''جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور انہیں پکارا جائے گا (اللہ کے حضور) سجدے کے لیے تو وہ کر نہیں سکیں گے۔''

بعض احادیث میں آیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اُس

دن اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ظاہر ہوگی۔ سَاق ویسے تو پنڈلی کو کہتے ہیں‘ لیکن اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ہم نہیں جان سکتے کہ وہ کیسا ہے۔ کوئی بھی شکل اگر ہمارے ذہن میں آئے گی تو وہ غلط ہوگی۔ اس لیے کہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ﴾ (الشوریٰ:11) ”اس کے مثال جیسی بھی کوئی شے نہیں ہے۔“ پھر بھی انسانوں کو سمجھانے کی غرض سے سورۃ المائدہ میں اللہ کے ہاتھ کا ذکر ہے اور سورۃ الرحمٰن میں چہرے کا۔ اس سے کیا مراد ہے، یہ ہم صحیح قیاس نہیں کر سکتے۔

اسی طرح زیر مطالعہ آیت میں یکشف عن ساق سے مراد اللہ کی کوئی خاص تجلی ہے جس کے ظاہر ہونے پر وہ لوگ سجدہ ریز ہو جائیں گے جو دنیا میں اللہ کو سجدہ کرتے تھے۔ اور جو دنیا میں سجدہ نہیں کرتے تھے اب وہ چاہیں گے کہ اللہ کے سامنے سجدہ کریں‘ لیکن وہ کر نہیں سکیں گے۔

اگلی آیت میں سجدہ نہ کر سکنے کی وجہ بتائی گئی ہے:

﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝﴾

”ان کی نگاہیں زمین پر گڑی رہ جائیں گی‘ ان (کے چہروں) پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ اور ان کو (دنیا میں) پکارا جاتا تھا سجدے کے لیے جبکہ یہ صحیح سالم تھے۔“

دنیا میں وہ لوگ اذان کی آواز پر کبھی توجہ ہی نہیں کرتے تھے‘ اب قیامت کے دن میدانِ حشر میں وہ سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان سے توفیق سلب کر لی جائے گی۔

اگلی آیت میں آنحضور ﷺ کے لیے تسلی اور تشفی کا سامان ہے کہ آپؐ ان کفار کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجیے:

﴿فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝﴾

”تو (اے نبی ﷺ!) آپ چھوڑ دیجیے مجھے اور ان لوگوں کو جو اس کلام کی تکذیب کر رہے ہیں۔ ہم انہیں رفتہ رفتہ وہاں سے لے آئیں گے جہاں سے انہیں علم تک نہیں ہوگا۔ اور میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں۔ بے شک میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔“

اس وقت اللہ نے ان کو موقع دیا ہوا ہے حالانکہ ان کی زبانیں بھی دراز ہو رہی ہیں‘ یہ لوگ مسلمانوں پر تشدد بھی کر رہے ہیں لیکن آپؐ ہرگز پریشان مت ہوں‘ اللہ ان سے نمٹے گا۔ اگر وہ آپؐ کی رسالت کو نہیں مان رہے تو اصل میں وہ میرا انکار کر رہے ہیں کیونکہ آپؐ کو رسول بنا کر تو میں نے بھیجا ہے۔ اسی طرح اگر وہ اس قرآن کو نہیں مان رہے تو اصل میں یہ تکذیب اللہ کے کلام کی ہو رہی ہے۔ لہٰذا آپؐ پریشان نہ ہوں، اللہ ان سے نمٹ لے گا۔

زیر مطالعہ آیت میں استدراج کا ذکر ہے اور ”استدراج“ کو علماء نے ایک اصطلاح کے طور پر استعمال کیا ہے جس سے مراد ایسا عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی ڈھیل سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے باعث کسی قوم یا کسی فرد پر درجہ بدرجہ مسلط ہوتا ہے۔ کفارِ مکہ کو بھی اللہ نے موقع دیا‘ لیکن اس ڈھیل سے ان کے اندر اور زیادہ سرکشی پیدا ہوتی گئی اور ان کا یہ خیال پختہ ہوتا چلا گیا کہ ہم جو چاہیں کریں‘ ہمارا تو کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہم قرآن کا انکار کر رہے ہیں‘ آنحضور ﷺ کی توہین کر رہے ہیں اور اگر یہ محبوب رب العالمین ہیں تو ہم پر فوری گرفت کیوں نہیں آ رہی‘ ہم سے ہماری قوت گویائی سلب کیوں نہیں کی جاتی۔ یہ استدراج ہے کہ اللہ ایک وقت تک ان کو مہلت دیتا ہے‘ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ اللہ کی پکڑ سے نکل گئے ہیں یا نکل سکتے ہیں۔

اگلی آیت میں کفار سے پوچھا جا رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی اصل وجہ تو بتاؤ‘ کیا وہ تم سے اجرت طلب کرتے ہیں یا تمہارے پاس کوئی غیب کا علم ہے جس کی بنیاد پر تم ان کی مخالفت میں لگے ہوئے ہو۔ فرمایا:

پریس ریلیز 11 ستمبر 2015ء

اسلامی نظام نافذ کیے بغیر ملک کی ترقی ممکن نہیں ہے!

قراردادِ مقاصد کو آئین کا ناقابل ترمیم حصہ نہ بنانا باعثِ تشویش ہے!

نظریہ پاکستان سے انحراف کی صورت میں یہ ملک اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکے گا۔

حافظ عاکف سعید

کرپشن اور دہشت گردی کے خلاف آپریشن قابل تحسین ہے لیکن ملک میں اسلامی نظام قائم کیے بغیر پاکستان کو ترقی اور خوشحالی کی راہ پر نہیں ڈالا جا سکے گا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ سیکولر عناصر پاکستان کے سرکاری نام سے ”اسلامی“ کا لفظ حذف کرانا چاہتے ہیں تاکہ ریاست اور مذہب کو مکمل طور پر الگ الگ کر دیا جائے، حالانکہ آئین پاکستان کی دفعہ 2 کے مطابق اسلام پاکستان کا ریاستی مذہب ہے۔ انہوں نے اس بات پر سخت تشویش کا اظہار کیا کہ پارلیمانی جمہوریت کو تو آئین کی بنیاد اور ناقابل ترمیم قرار دے دیا گیا ہے لیکن قرارداد مقاصد جو آئین پاکستان کی اصل روح ہے، اُسے آئین کا ناقابل ترمیم حصہ قرار نہیں دیا گیا۔ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، اسی نظریہ کی عملی تعبیر سے پاکستان کی بقا اور استحکام وابستہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تاریخ کا یہ سبق ہے کہ جو قوم اپنے نظریہ سے انحراف کرتی ہے وہ اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتی۔ لہٰذا پاکستان میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو نافذ کرنا لازم اور ناگزیر ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

﴿اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ ﴿٤٦﴾ اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴿٤٧﴾﴾

"(اے نبی ﷺ!) کیا آپ ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں جس کے تاوان کے بوجھ تلے یہ دبے جا رہے ہیں؟ یا ان کے پاس غیب کا علم ہے جسے یہ لکھ رہے ہیں؟"

آئندہ آیات میں حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کو کفار مکہ کی ایذا رسانیوں پر صبر کی تلقین کی جا رہی ہے۔ فرمایا:

﴿فَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنۡ كَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ ۘ اِذۡ نَادٰى وَهُوَ مَكۡظُوۡمٌ ﴿٤٨﴾ لَوۡلَاۤ اَنۡ تَدٰرَكَهٗ نِعۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَهُوَ مَذۡمُوۡمٌ ﴿٤٩﴾ فَاجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿٥٠﴾﴾

"تو (اے نبی ﷺ!) آپ انتظار کیجیے اپنے رب کے حکم کا اور دیکھیے' آپ اُس مچھلی والے کی طرح نہ ہو جایئے گا! جب اُس نے پکارا (اپنے رب کو) اور وہ اپنے غم کو اندر ہی اندر پی رہا تھا۔ اگر اُس کی دست گیری نہ کرتا اُس کے رب کا ایک انعام (اور احسان) تو وہ ملامت زدہ ہو کر پھینک دیا جاتا کسی چٹیل زمین پر۔ تو اُس کے ربّ نے اُس کو چن لیا اور اسے پھر صالحین میں سے کر دیا۔"

قرآن مجید میں بہت سے رسولوں کا ذکر بار بار آیا ہے کہ جو پوری زندگی قوم کو دعوت دیتے رہے، لیکن قوم نے نہ صرف ان کا ڈھٹائی سے انکار کیا بلکہ انہیں مختلف طریقوں سے زبانی اور جسمانی تکالیف بھی پہنچائیں۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس دعوت دیتے رہے۔ پھر اللہ کا آخری فیصلہ آیا اور قوم پر سیلاب کا عذاب آیا۔ کس قوم کو کتنی مہلت دینی ہے' یہ اللہ کو معلوم ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ بھی اپنے رب کے فیصلے کا انتظار کیجیے اور صبر کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہیں اور آپ مچھلی والے یعنی حضرت یونس کی طرح مت ہو جانا۔

حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر پیغمبروں میں سے ہیں اور قرآن میں کئی مقامات پر (سورۂ یونس، سورۃ الانبیاء، سورۃ الصافات اور سورۃ القلم میں) ان کا ذکر آیا ہے۔ ان سب کو جوڑیں تو مکمل واقعہ سامنے آتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یونسؑ ساری عمر قوم کو دعوت دیتے رہے' آخر ایک وقت آیا کہ انہیں بتا دیا گیا کہ اب قوم پر عذاب آنے والا ہے۔ رسول چونکہ اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے تو وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا جب تک کہ اللہ کی طرف سے واضح اجازت نہ آ جائے۔

حضرت یونسؑ عذاب آنے کا سن کر غیرت دینی اور قوم سے ناراضگی کی وجہ سے غصے کی حالت میں معین طور پر اجازت آنے سے پہلے ہی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ اپنے علاقے کو چھوڑ کر کہیں دور جانے کے لیے کشتی میں بیٹھ گئے۔ جب کشتی میں بیٹھے تو وہ ڈولنے لگی۔ اس زمانے میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اگر کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آ جائے تو اس کی وجہ سے کشتی ڈولتی ہے۔ چنانچہ وہ ایسے شخص کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیتے تھے تا کہ باقی لوگ بچ جائیں۔ اس موقع پر بھی انہوں نے قرعہ اندازی کی تو حضرت یونسؑ کا نام آیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بہت ہی شریف النفس آدمی معلوم ہوتے ہیں' ہم سے کچھ غلطی ہوئی ہے۔ لہٰذا دوبارہ قرعہ ڈالا گیا تو پھر ان کا نام آیا' تیسری دفعہ بھی انہی کا نام آیا تو اب انہیں احساس ہوا کہ میں اپنے رب کے حکم کا انتظار کیے بغیر وہاں سے چلا آیا ہوں تو مجھ سے یہ جرم سرزد ہوا ہے اور اس کی وجہ سے یہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ انہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا گیا اور کسی وہیل مچھلی نے انہیں نگل لیا۔ وہ اپنی غلطی پر نادم تھے اور انہیں یہ احساس بھی ہو گیا تھا کہ مجھ سے یہ کوتاہی ہوئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ کلمات تلقین کر دیے:

﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿٨٧﴾﴾ (الانبیاء)

"تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو پاک ہے اور یقیناً میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔"

بہرحال اللہ نے ان کی توبہ قبول کی اور پھر مچھلی نے ان کو چٹیل میدان میں اُگل دیا۔ اس وقت آپؑ کی حالت بہت خراب تھی' یوں کہنا چاہیے کہ پوری کھال ادھڑی ہوئی تھی اور سر سے پیر تک زخم تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو سایہ اور غذا وغیرہ فراہم کرنے کے لیے ایک خاص قسم کی بیل اُگا دی۔ اس بیل کے اثرات سے ان کے زخم بھی مندمل ہو گئے اور وہ ٹھیک ہو گئے۔

دوسری طرف قوم نے جب عذاب کے آثار دیکھے تو ان سب نے ایک میدان میں جمع ہو کر اللہ سے اجتماعی توبہ کی اور اللہ نے اس آئے ہوئے عذاب کو ٹال دیا۔ جب حضرت یونسؑ واپس اپنی قوم میں آئے تو ان کی قوم ان پر ایمان لے آئی۔ آپ کا شمار جلیل القدر پیغمبروں اور رسولوں میں ہوتا ہے۔

آیت 51 میں مشرکین مکہ کے اوچھے ہتھکنڈوں کا ذکر ہے جو وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف کیا کرتے تھے:

﴿وَاِنۡ يَّكَادُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَيُزۡلِقُوۡنَكَ بِاَبۡصَارِهِمۡ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكۡرَ وَيَقُوۡلُوۡنَ اِنَّهٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿٥١﴾﴾

"اور یہ کافر تو تلے ہوئے ہیں اس پر کہ اپنی نگاہوں کے زور سے آپؐ کو پھسلا دیں گے جب وہ قرآن سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے۔"

نگاہ کی بھی اپنی ایک تاثیر ہوتی ہے اور بعض لوگوں میں اپنی نگاہوں کے اندر ایک قوت پیدا کر کے اس کے ذریعے دوسروں کی قوت ارادی کو مجروح کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ مشرکین مکہ نے آنحضور ﷺ کا عزم توڑنے کے لیے ایسے لوگوں کی بھی مدد لی جو آنکھوں کے زور سے آپؐ کے قدموں کو ڈگمگانے کا ذریعہ بن جائیں۔ بہرحال مشرکین نے آنحضور ﷺ کی مخالفت میں ہر طریقہ آزمایا' لیکن ان کی کوئی تدبیر کامیاب نہ ہو سکی۔

آیت کے آخر میں وہی بات فرمائی جہاں سے بات شروع ہوئی تھی کہ یہ آپ ﷺ کو مجنون قرار دیتے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جب یہ قرآن کو سنتے ہیں تو اس کی وجہ سے مخالفت میں آپؐ کو مجنون قرار دیتے ہیں' گویا یہ اللہ کے کلام کا انکار کر رہے ہیں۔ دل گواہی دے رہا ہے کہ حق یہی ہے' لیکن تعصبات اور گروہی مفادات کی وجہ سے حق کو جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں اور اس قسم کی واہیات زبان استعمال کرتے ہیں کہ کبھی آپؐ کو مجنون کہہ رہے ہیں' اور کبھی پاگل۔ معاذ اللہ!

درحقیقت یہ قرآن کا انکار کر رہے ہیں حالانکہ قرآن تو تمام جہان والوں کے لیے خیر ہی خیر ہے:

﴿وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿٥٢﴾﴾

"اور نہیں ہے وہ' مگر ایک یاددہانی تمام جہان والوں کے لیے۔"

بنی نوع انسان پر اللہ کی سب سے بڑی رحمت اور نعمت یہ قرآن ہے' لیکن اپنی ناسمجھی کی وجہ سے انسان قرآن کی دشمنی پر اتر آتا ہے اور اس غصے کے اندر صاحبِ قرآن ﷺ کو بھی مطعون کرنے لگتا ہے۔ یہ ہے انسان کی انتہائی محرومی اور پستی کا معاملہ۔

الحمد للہ' سورۃ القلم کا مطالعہ مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن سے نصیحت حاصل کرنے اور اس کی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

علاج اس کا وہی ......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ایک طرف دنیا جنگوں کی زد میں ہے۔ جنگیں چھیڑنے، آگ بھڑکانے والے ممالک (امریکہ، یورپ) کو چھوڑ کر شمالی افریقہ، مشرق وسطیٰ، افغانستان، کشمیر، برما جابجا انسانیت بلک رہی ہے۔ دوسری جانب چین میں دوسری عالمی جنگ کے 70 سال مکمل ہونے پر طاقت کا بھرپور مظاہرہ اپنے دشمنوں کو ایک پیغام دے رہا ہے۔ اِدھر پاکستان اور بھارت 1965ء کی جنگ کے پچاس سال مکمل ہونے پر اپنا یوم فتح منا رہے ہیں۔ مودی ایک طرف مسلسل سرحدی خلاف ورزیاں کر کر کے جنگی ماحول پیدا کر رہا ہے۔ ساتھ ہی مختصر جنگ کی واشگاف دھمکی بھی دی جا چکی ہے۔ دوسری جانب مودی کا دورۂ متحدہ عرب امارات مشرق وسطیٰ میں بھارتی اثر ورسوخ اور تعلقات بڑھا کر عربوں کے ساتھ ہماری اخوت میں دراڑ ڈالنے کا تاثر دے رہا ہے۔ دبئی میں بھارتیوں کے جم غفیر کے سامنے مودی کی تقریر کیا تھی، پاکستان کو دھمکانے کا پورا سامان تھا۔ برادر مسلم ملک میں کھڑے ہو کر پاکستان کو یوں للکارنے کی جرأت ہماری کمزور خارجہ پالیسی کی بھی عکاسی ہے۔ وزارت خارجہ (دیگر کئی امور کی مانند) وزیراعظم، مشیروں اور فوج کے درمیان معلق ہے۔ عرب سرزمین پر پہلا مندر بنانا بھی امارات کا مقدر ٹھہرا! کہاں اس سرزمین سے مشرکوں کو نکال دینے کے حکم والی حدیث پر سیدنا عمرؓ کے دور سے عمل ہوا (خبردار! عرب کی سرزمین پر ہرگز دو دین نہ رہنے پائیں۔ متفق علیہ)۔ دینی وحدت قائم کرنے کے لیے عیسائیوں اور یہودیوں کو متبادل زمینیں جزیرہ نمائے عرب (سعودی عرب، یمن، کویت، قطر، اومان، اردن، بحرین، متحدہ عرب امارات، جنوبی عراق) سے باہر دی گئیں۔ اس سرزمین کو ویٹی کن سٹی والا تقدس اور استثناء حاصل تھا۔ دنیا کی کوئی قوم اپنے ہاں ایک سے زائد قانون گوارا نہیں کرتی۔ یہی شریعت کے قواعد کی رو سے وہاں لاگو ہوا، جو تقریباً بیسویں صدی کے اوائل تک نبھایا گیا۔ یہ الگ موضوع ہے کہ اس ایک حدیث پر عمل پوری مسلم دنیا کے لیے وسائل کے دریا بہا دیتا۔ باہم اتحاد واتفاق، معاشی استحکام مسلمانوں کی تقدیر بدل دیتا! 30 لاکھ بھارتی تو صرف متحدہ امارات کے مسلم وسائل سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ دبئی میں مندر کی تعمیر، بابری مسجد شکن مودی کے لیے خیر سگالی تحفہ، سارے زخم ہرے کیے دے رہا ہے۔ چودہ سو سالوں میں سرزمین توحید پر پہلے بت کدے کی تعمیر! کہاں اقبالؒ کا ترانہ ملی:

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

قومیت کی بنیاد عقیدۂ توحید پر ہونے کے احساس نے اقبال سے یہ اشعار کہلوائے۔ امارات میں مسلم کش، اسلام دشمن مودی کی حد شکن پذیرائی ہمارے لیے بہت سے خدشات لیے ہوئے ہے۔ اِدھر امریکا حسب سابق ڈومور کی رٹ پر قائم ہے۔ سوزن رائس کے دورے میں ڈیڑھ سوویں مرتبہ ڈومور کا مطالبہ 300 ملین ڈالر کی فوجی امداد کی منظوری روکنے کی دھمکی میں لپیٹے ہوئے آیا ہے۔ آپریشن ضرب عضب جس پر ہمارے میڈیا نے کامیابی و کامرانی کے سارے ہی ڈھول پیٹ ڈالے، امریکہ کے کان پر جوں رینگنے کا سامان بھی نہ لایا۔ 30 لاکھ آبادی دربدر ہوئی۔ بچے تعلیم سے محروم ہوئے۔ گھر، بازار، ہسپتال، مدارس، مساجد تک دہشت گردوں کی تلاش میں بمباریاں کر کر کے تباہ کر ڈالے۔ امریکہ نے نگاہ غلط انداز ڈالے بغیر پھر ڈومور کہہ ڈالا۔ ہم اتحادی سپورٹ فنڈ کے منتظر۔ اُدھر سے پھر وہی ٹھینگا دکھایا گیا۔ بھارت کے جارحانہ عزائم اس پر مستزاد ہیں۔ ہمارے پاس کسی خوش گمانی کی گنجائش نہیں۔ مت بھولیے کہ امن کی ساری آشائیں مودی شمشان گھاٹ کی نذر کر چکا۔ حقائق کا سامنا کیجیے۔ گھوڑے تیار کیجیے۔ 1965ء میں بھارت نے اچانک شبخون مارا تھا۔ امریکہ نے ہر قسم کی مدد، جنگی ساز وسامان فراہم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ 71ء میں مشرقی پاکستان بچانے کے لیے امریکہ نے جس ساتویں بحری بیڑے کا وعدہ کیا تھا وہ آج تک نہیں پہنچا۔ اگر آیا تو ہوائی جہازوں سے لدا افغانستان تباہ کرنے کے لیے آیا۔ ہمارے کندھے پر بندوق رکھ کر برادر ملک پر 58 ہزار مرتبہ بمباریاں کر گیا۔ مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔ لیکن ہم نے ایمان 2001ء میں واشنگٹن میں گروی رکھوا دیا تھا۔ بھارت کے مقابل کھڑے ہونے سے پہلے اسے بازیاب کروا لیجیے۔ بھارت سے جنگ وطنیت اور قومیت کے بس کی بازی نہیں۔ جس غزوۂ ہند کے اسباق پڑھائے جاتے ہیں وہ خالص ترین ایمانی کیفیت کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ ہو گا جس میں قومیت کی ملاوٹ ممکن نہیں۔ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے اعرابی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ کوئی شخص مال غنیمت کی ہوس میں جنگ کرتا ہے، کوئی ناموری کے لیے، کوئی بہادری دکھانے کے شوق میں، اور کوئی حمیت (قومی، نسلی، وطنی) کے لیے۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی غصے میں آ کر کرتا ہے تو کون سی جنگ فی سبیل اللہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جنگ کرتا ہے وہ جنگ فی سبیل اللہ ہے۔ (بخاری، مسلم) اب امریکہ کی مدد تو بھارت کے خلاف آنی نہیں ہے۔ ہمیں لامحالہ اللہ ہی سے مدد درکار ہوگی۔ اللہ کی مدد جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خالص ہوئے بغیر ممکن نہیں۔ بھارت اگر محدود جنگ بھی چھیڑتا ہے تو چودھری شجاعت فارمولا استعمال نہیں ہو سکتا۔ جو بڑھک انہوں نے ماری کہ ہم نے ایٹم بم شب برات کی پھلجھڑیوں پٹاخوں کے لیے نہیں اٹھا رکھے، عمل کی دنیا میں یہ دھمکیاں اور منہ توڑ دینے کے بیانات بہت ناکافی ہیں۔ ٹھوس بنیادوں پر تیاری درکار ہے۔

مودی تو بحیثیت ایک کٹر ہندو مسلم ریاست کو عیاذاً باللہ ختم کرنے کے عزائم رکھتا ہے۔ اس کے کفر کا مقابلہ صرف اصل اسلام سے ممکن ہے۔ جہاد کھیڈ نئیں ہوندی سیکولراستاں دی۔ سیدنا عمرؓ کا اپنے سپہ سالاروں کے نام ایک خطاب تھا جس میں انہوں نے یاد دہانی کروائی تھی کہ تم کفر پر غالب آتے ہو اپنے ایمان کی بدولت۔ اگر تمہارے اور ان کے گناہ برابر ہو گئے تو تم غلبہ نہ پا سکو گے۔ 1965ء کی جنگ میں ایمان کسی درجہ بہتر حالت میں موجود تھا۔ قوم رقص و سرود، فیشن شوز، کیٹ واک، روشن خیالی کے نام پر خود سے، ایمان سے اتنی بیگانہ نہیں ہوئی تھی۔ تکبیروں کے اور اہلِ تکبیر (باقی صفحہ 16 پر)

قربانی: فضائل، احکام اور حکمتیں

فرید اللہ مروت

عید قربان آرہی ہے۔ عید کے دن اور اس کے بعد بھی دو دن مسلمان قربانی دیتے رہیں گے۔ مناسکِ اسلام میں قربانی کا لفظ اس جانور پر بولا جاتا ہے جو 10 ذوالحجہ کو عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے بعد ایام تشریق میں ذبح کیا جاتا ہے۔ جملہ عبادات کی طرح قربانی بھی ایک عبادت ہے، جو صرف اللہ کے لیے ہونی چاہیے۔ غیر اللہ کے لیے عبادت شرک ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٦٢﴾﴾ (الانعام)

’’آپ فرما دیجیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو رب العالمین ہے۔‘‘

’’قربانی‘‘ کا لفظ جتنی بار ہماری زبان پر آتا ہے شاید ہی کوئی دوسرا لفظ زبان پر آتا ہو، لیکن ہمارے اندر قربانی کے جذبہ کی جتنی کمی آج ہے شاید ہی پہلے کبھی ہوئی ہو۔ دینِ اسلام کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے سے اس کی اصل روح یہی معلوم ہوتی ہے کہ انسان اپنا سب کچھ خالق کے تابع کر دے مگر ہم جو روحِ قربانی سے نا آشنا ہیں، تمام شعبہ ہائے زندگی میں قربانی سے پہلوتہی کرتے رہتے ہیں۔

قربانی کی ابتدا

عید الاضحیٰ ہمیں اس یادگار واقعہ کی یاد دلاتی ہے جو آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے مکہ مکرمہ کی بے آب و گیاہ وادی میں رونما ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذوالحجہ کی 8 تاریخ کو خواب دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ انبیاء کرامؑ کے خواب سچے ہوتے ہیں۔ صبح ہوئی تو آپؑ اپنے اس خواب پر غور وفکر کرتے رہے۔ اسی لیے ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو یوم الترویہ کہا جاتا ہے۔ ترویہ کے معنی غور وفکر اور سوچ بچار کے ہیں۔

10 ذوالحجہ کو جانور ذبح کرنا یقیناً سنتِ ابراہیمی ادا کرنا ہے لیکن کیا محض جانور ذبح کر دینے سے ہم نے سنتِ ابراہیمی کا حق ادا کر دیا؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ دین وملت کے مفاد میں اپنی رائے سے تنازل، شعائر اسلام پر کاربند رہنا، اسلام اور مسلمانوں کو درپیش خطرات کے مقابلے میں تگ و دو کرنا، اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی، ہوائے نفس کو چھوڑ کر قرآن وحدیث میں بیان کردہ احکامات اور اصولوں کی پابندی وغیرہ سب قربانی کے زمرے میں آتا ہے۔ بقول سید سلیمان ندویؒ: ’’یہ محض خون اور گوشت کی قربانی نہ تھی بلکہ روح اور دل کی قربانی تھی۔ یہ اللہ کی راہ میں ماسوی اللہ اور غیر کی محبت کی قربانی تھی۔ یہ اپنی عزیز ترین متاع کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کی نذر تھی۔ یہ اللہ کی اطاعت، عبودیت اور کامل زندگی کا بے مثال مظہر تھا۔ یہ تسلیم ورضا اور صبر وشکر کا وہ امتحان تھا جس کو پورا کیے بغیر دنیا کی پیشوائی نہیں مل سکتی تھی۔ یہ باپ کا اپنے اکلوتے بیٹے کے خون سے زمین کو رنگین کر دینا نہ تھا بلکہ اللہ کے سامنے اپنے تمام جذبات، احساسات، خواہشات، تمناؤں اور آرزوؤں کی قربانی اور اللہ کے حکم کے سامنے اپنے ہر قسم کے ارادے اور مرضی کو معدوم کر دینا تھا۔‘‘ (’’فلسفۂ عید قربان‘‘ از پروفیسر حافظ محمد فاروق)

ذرا حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی قربانیوں پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ توحید رب العالمین کی خاطر کیسے کیسے رشتوں کو توڑ کر اور قربانی کی کیسی کیسی انمول مثالیں قائم کر کے مقامِ خُلّت پر یکہ وتنہا نظر آتے ہیں۔

☆ رشتۂ پدری کی قربانی
☆ قوم وبرادری کی قربانی
☆ قومی معبودوں کی قربانی

اور سب سے بڑھ کر

☆ جان کی قربانی

ایثار وقربانی کے اس تسلسل پر غور کریں کہ ان تمام علائق کو جو انسان اپنے پاس رکھتا ہے، کوئی بھی ایسا ہے کہ جسے حنیف کامل اور موحدِ اعظم نے اللہ کی رضا کے حصول کے لیے چھوڑ نہ دیا ہو۔ جب خون، نسل، قومیت اور وطنیت کے تمام رشتے کٹ چکے تو ہجرت کر کے ایسی سرزمین پر آپہنچے جہاں اسباب و ذرائع اگرچہ مفقود تھے لیکن وہ معیتِ الٰہی کی نعمت سے مالا مال تھے۔ دل میں اولاد کی خواہش پیدا ہوئی اور دعا کی:

﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿١٠٠﴾﴾ (الصّٰفّٰت)

’’اے پروردگار! مجھے (اولاد) عطا فرما (جو) سعادت مندوں میں سے ہو۔‘‘

اس دعا میں امتِ مسلمہ کی پیدائش کا سروسامان پوشیدہ تھا۔ قضاء وقدر کے نوشتوں میں پہلے سے یہ طے ہو چکا تھا کہ اس موحدِ کامل کے ذریعے سے نبی آخر الزماں ﷺ اور ان کی امت کا ظہور ہو۔ لہٰذا اس خلاقِ علیم نے اپنے بندے ابراہیمؑ کی دعا کو قبول فرمایا اور اسماعیل علیہ السلام جیسا حلیم وبردبار بیٹا عطا فرمایا۔ بیٹا جب جوان ہوا تو خواب میں اسے ذبح کرنے کا حکم ملا —— کیسا بیٹا؟ اسمٰعیل جیسا حسین وجمیل، صالح اور پہلوٹا بیٹا! بیٹے پر جوانی آرہی ہے، باپ پر بڑھاپا طاری ہے اور اب نعم البدل کی توقع بھی نہیں۔ اکلوتا بیٹا جو دعائیں مانگ مانگ کر حاصل کیا تھا اُسے خواب میں ذبح کرتے دیکھا۔ آپؑ نے خواب بیٹے کو سنایا اور رائے پوچھی: ﴿فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی﴾ ’’بیٹے! تیرا کیا خیال ہے؟‘‘ سعادت مند بیٹے نے جواب دیا: ﴿یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ ’’میرے پیارے ابا جان آپ کو جو حکم دیا گیا اسے بے چون وچرا بجا لائیے۔‘‘ فرمایا: کہیں تیرا لڑکپن امرِ الٰہی میں خلل نہ ڈالے۔ فرماں بردار بیٹے نے جواب دیا: ﴿سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿١٠٢﴾﴾ (الصّٰفّٰت) ’’دیکھ لیجیے گا اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔‘‘ تاریخ انسانی میں اطاعت شعار، فرماں بردار اور مؤدب بیٹے کی اس سے بہتر مثال نہیں ملتی۔ اسی لیے اقبال نے کہا تھا۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی استقامت اور مقامِ عزیمت کو

دیکھیں کہ باپ کے خواب کو سنتے ہیں اور قربان ہونے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

سعادت مند بیٹے کے اس جواب سے خلیل اللہ کی ہمت اور حوصلے میں اضافہ ہو گیا۔ اب دونوں باپ بیٹا قربان کرنے اور ہونے کی تیاریاں کرنے لگے۔ شیطان لعین نے راستے میں خلیج حائل کرنے کی بہت تدبیریں کیں، مگر خلیل اللہ نے اُس کی تمام تدبیروں پر پانی پھیر دیا اور اسے پتھر مارے۔ اس عمل کی یاد میں آج بھی حاجی جمرات پر کنکریاں مارتے ہیں اور شیطان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اپنے محبوب فرزند کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹا دیا اور چھری چلانا شروع کی۔ دیکھا کہ چھری ذبح نہیں کرتی تو اسے بار بار تیز کرتے ہیں اور بار بار چلاتے ہیں لیکن اسماعیلؑ ذبح نہیں ہوتے۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام ایک دنبہ فدیہ میں ذبح کے لیے پیش کرتے ہیں۔

حکم خداوندی کی یہ بے مثال اطاعت، عدیم النظیر تسلیم و رضا اور ثبات و استقامت کا یہ حیرت انگیز مقام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مقدس اور غیر فانی کارنامہ ہے جو خالق کائنات کی نظر میں اس درجہ مقبول ہوا کہ اسے آنے والی نسلوں کے لیے روشنی کا مینار قرار دیا گیا۔ اس جذبہ کی تازگی اور تجدید کا نام قربانی ہے اور اس جذبۂ اطاعت کا نام اسلام ہے۔

قربانی کی فضیلت

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بقرعید کی دس تاریخ کو ابن آدم کا کوئی بھی نیک عمل اللہ کے نزدیک (قربانی کا) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور قیامت کے دن قربانی والا اپنے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں ثواب عظیم کا ذریعہ بنیں گی) اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجہ قبولیت پالیتا ہے۔ لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔“ (رواہ الترمذی)

☆ حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے (اپنی صاحبزادی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے (قربانی کے وقت) فرمایا: اے فاطمہ! اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو جاؤ کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرہ کی وجہ سے تمہارے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ فضیلت صرف ہمارے لیے یعنی اہل بیت کے واسطے مخصوص ہے یا سب مسلمانوں کے لیے ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ فضیلت ہمارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ (الترغیب والترہیب)

وجوب قربانی کا نصاب

عید الاضحیٰ پر جانوروں کی قربانی کرنا مسلمانوں کی عبادت کا حصہ ہے۔ امت محمدیہ میں ہر صاحب حیثیت مسلمان پر قربانی واجب ہے اور اگر کوئی صاحب حیثیت نہ ہو اور قربانی کردے تو ثواب عظیم کا مستحق ہوگا اور جو شخص وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے، اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ وَّجَدَ سِعَةً لِاَنْ يُّضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا))

”جو شخص وسعت ہوتے ہوئے قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔“ (الترغیب والترہیب)

بالغ اولاد اور بیوی پر قربانی

اگر والد مالدار ہے اور اس نے قربانی کر لی تو بالغ اولاد کی نہیں ہوئی۔ اولاد خود کماتی ہے، خود غنی ہے تو ان پر خود قربانی کرنا لازم ہوگی۔ اسی طرح شوہر اور بیوی کا حال ہے کہ ایک کی قربانی دوسرے کے لیے کافی نہیں ہو سکتی، دونوں غنی ہیں تو دونوں پر قربانی لازم ہے۔

قربانی کے گوشت کا مصرف

قربانی کے گوشت کی تقسیم کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کر لیں۔ ایک حصہ خود اور بال بچوں کو کھلا دیں، ایک حصہ عزیز و اقارب، دوست و احباب میں بانٹ دیں اور ایک حصہ مستحق فقراء و مساکین کو دے دیں۔ اگر محلہ میں غریب زیادہ ہوں تو جتنا زیادہ بانٹ دیا اتنا بہتر ہے۔

قربانی کا جانور

قربانی کا جانور بارگاہ خداوندی میں پیش ہوگا، اس لیے جانور خوب عمدہ، صحت مند اور صحیح سالم، عیبوں سے پاک ہو۔ لنگڑا، کانا، بیمار، دبلا نہ ہو۔ گائے، بیل، بھینس، اونٹ، اونٹنی، بکرا، بکری، بھیڑ، مینڈھا، دنبہ اور دنبی کی قربانی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔

گائے، بیل، بھینس، اونٹ اور اونٹنی میں سات حصے ہو سکتے ہیں۔ بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ میں ایک شخص کی جانب سے ایک جانور ہو سکتا ہے۔ اونٹ، اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال جبکہ گائے، بیل، بھینس کی عمر کم از کم دو سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔

قربانی کا وقت

ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو نماز عید کے بعد سے لے کر بارہویں تاریخ کی عصر تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ افضل دن دسویں کا ہے۔

میرے محترم بھائیو! اپنے حالات پر نظر کریں۔ اگرچہ ”چہ نسبت خاک را با عالم پاک“ کا معاملہ ہے لیکن سنت ابراہیمی کا یہی تقاضا ہے کہ ہم بھی کسی قسم کی قربانی سے گریز نہ کریں۔ ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہماری زندگی بھی ہم سے بہت سی قربانیوں کا مطالبہ کرتی ہے۔ آج اسلام کی غربت اور دین کی بے بسی ہم سے قربانی کا مطالبہ کرتی ہے۔ قربانی ہی وہ واحد راستہ ہے جس پر چل کر اللہ کے بندوں کی ایک قلیل جماعت نے پوری انسانیت کی کایا پلٹ دی اور ظلم و ناانصافی کی حکمرانی کا خاتمہ کر کے عدل و انصاف کے جھنڈے لہرا دیئے۔ جبر و استبداد کی دنیا پر ایسا زوال آیا کہ کبر و ناز اور غرور و تکبر سے اکڑی ہوئی گردنیں خم ہو گئیں۔ دشت و جبل نعرہ ہائے تکبیر کی فلک شگاف صداؤں سے گونج اُٹھے۔ مختلف مسلمان ممالک ہی نہیں قبلہ اول بھی اللہ کے باغیوں کے قبضے میں ہے۔ مالک ارض و سماوات کے قانون کی بجائے وہ اپنا قانون، اپنی ”شریعت“، اپنا نظام اور اپنا طرز زندگی دنیا پر مسلط کیے ہوئے ہیں اور ہم خاموش بیٹھے ہیں۔ دین ہم سے قربانی مانگتا ہے مگر ہم اس کے لیے تیار نہیں۔ ہم روزانہ اخبارات میں کشمیر، قبائلی علاقوں، افغانستان، عراق، بوسنیا، برما اور فلسطین کے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی خبریں پڑھتے ہیں، ظالمانہ کارروائیوں، وحشیانہ حملوں اور اجتماعی زیادتیوں کے بارے میں سنتے ہیں لیکن پھر بھی ہم سب گل و بلبل کی داستانوں، گلستانوں کی عطر بیز فضاؤں اور اس عالم رنگ و بو کی رنگینیوں میں عیش و عشرت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ٹی وی، کیبل، ڈش انٹینا اور سینما ہالوں کے فحش مناظر اسلامی طرز معاشرت و ثقافت اور دینی و اخلاقی اقدار کا جنازہ نکال رہے ہیں اور قوم کے جذبہ جہاد کو گھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ کیا یہ صورتحال ہم سے اپنی آرزوؤں، آدرشوں، مقاصد، اہداف اور انداز زندگی کی قربانی کی متقاضی نہیں ہے؟ اگر ہے، اور یقیناً ہے، تو پھر یہ قربانی ہم کب دیں گے!

ہمیں چاہیے کہ اپنی اصلاح اور محاسبہ کریں۔ اگر ہم نے اب بھی کائنات میں ہونے والی تبدیلیوں سے سبق نہ سیکھا اور اپنی زندگی میں انقلاب بپا نہ کیا تو یاد رکھیے ہمارا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی سے مٹ سکتا ہے۔ بقول شاعر ؎

نہ سمجھو تو مٹ جاؤ گے ”اے غافل مسلمانو!“
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

سائبان اُٹھ گیا!

شکیل احمد
ناظم دعوت، حلقہ لاہور شرقی

میرے استاد، محسن، ہمدرد، مربی، بھائی، دوست، محمد جہانگیر صاحب بدھ اور جمعرات کی درمیانی 26 اگست شب 12 بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ بلا مبالغہ محترم جہانگیر صاحب اپنی ذات میں کئی اعتبارات سے قابلِ رشک شخصیت کے مالک تھے۔ خاص طور پر جو تنظیمی رفقاء درس قرآن نہیں دے سکتے ان کے لیے تو واقعتاً مشعلِ راہ تھے۔ ان کے پاس درس قرآن دینے کی صلاحیت تو نہ تھی لیکن پھر بھی خادم قرآن اور مبلغ دین تھے۔ تنظیم اسلامی کے سرگرم رکن اور نفاذ اسلام کے لیے رواں قافلہ میں بہت سے لوگوں سے آگے تھے۔

میں نے بطور مقامی امیر تین سال اور پھر بطور ناظم دعوت ڈیڑھ سال ان کے ساتھ کام کیا۔ کئی مرتبہ جہانگیر صاحب کا قرب حاصل ہوا۔ بہت سے معاملات میں ان کو میں نے اخلاق کی بلندیوں پر پایا۔ سادہ مزاج، ہنس مکھ انسان تھے۔ بڑے دھیمے انداز میں گفتگو کرتے۔ کبھی کسی کی دل آزاری نہ کرتے۔ رفقاء کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔ بانی تنظیم اسلامی کے حوالے سے میرا گمان تھا کہ مجھ سے زیادہ تنظیم میں ان سے کوئی محبت نہیں کرتا ہوگا، لیکن جہانگیر صاحب کی رفاقت میں احساس ہوا کہ ''ہیں دیوانے اور بھی اس جہاں میں'' جہانگیر صاحب تو ہم سے بہت آگے ہیں۔ موجودہ امیر حافظ عاکف سعید سے والہانہ محبت بھی ان کی رگ رگ میں رچی بسی تھی۔ مرکز کی طرف سے کوئی فیصلہ آجاتا تو اس کے اوپر اس کی روح کے مطابق عمل کروانے کے لیے فوراً سرگرم عمل ہو جاتے اور جب تک اس پر عمل درآمد نہ ہو جاتا، سکون سے نہیں بیٹھتے تھے۔ میری رائے میں اس حوالے سے وہ امراء حلقہ جات میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ رفقاء کی تربیت کے لیے بہت فکر مند رہتے تھے اور ملتزم رفقاء کی تربیت کے حوالے سے ہر امراء اجلاس میں باقاعدہ فرداً فرداً استفسار فرماتے تھے۔ خود میرے ساتھ مقامی تنظیم کے دورے کیا کرتے تھے۔ حلقہ لاہور غربی کے تمام ذمہ داران اور ملتزم رفقاء کو جانتے تھے۔ وقتاً فوقتاً تمام ذمہ داران سے ملاقات کرتے۔ ان کے حالات زندگی اور تنظیمی سرگرمیوں سے آگاہ رہتے تھے۔ جہانگیر صاحب کی تنظیمی سرگرمیوں کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گھر سے اُن کا کاروباری آفس ایک گھنٹہ کی ڈرائیو پر اور وہاں سے تنظیم کا دفتر ایک گھنٹہ کی ڈرائیو پر تھا اور پھر دفتر سے گھر ایک گھنٹہ کی ڈرائیو پر تھا لیکن کبھی کسی پروگرام میں، میں نے ان کو لیٹ نہیں پایا۔ وہ ہم شرکاء سے پہلے اجلاس میں موجود ہوتے۔ جہانگیر صاحب نوجوانوں پر محنت کرنے کے جذبے کو بہت ابھارا کرتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے نوجوان ساتھیوں کی ایک ٹیم بنائی تھی جو صرف یونیورسٹیز اور کالجز وغیرہ میں بذریعہ presentation درس قرآن دیا کرتی تھی۔ جہانگیر صاحب کی انتھک محنت اور ان کے اصرار پر راقم نے قرآن مجید کے سلسلہ وار رکوعات کی پریزینٹیشن بنانا شروع کی، جو پانچ پارے کی مکمل ہو چکی ہے۔ سالانہ اجتماع کے حوالے سے سارے انتظامات حلقہ لاہور نے کرنے ہوتے تھے۔ جب تک اجتماع سادھوکے (دراجکے) میں ہوتا تھا، حلقہ لاہور مکمل انتظامات خود کرتا تھا اور جہانگیر صاحب کمال حکمت سے اس کو manage کرتے تھے۔ بعد ازاں سالانہ اجتماع بہاولپور منتقل ہو گیا تو جہانگیر صاحب کی قیادت میں پوری ٹیم لاہور سے بہاولپور جا کر اجتماع کا انعقاد کرتی تھی۔ بلاشبہ جہانگیر صاحب نے اپنے اردگرد ایسے جاں نثار ساتھیوں کی ٹیم بنائی تھی جو ان کی پکار پر فوراً لبیک کہتی تھی اور دنوں کا کام گھنٹوں میں مکمل ہو جاتا تھا۔

ایک زمانہ تھا جب لوگ کہا کرتے تھے کہ ڈاکٹر صاحبؒ کے علاوہ تنظیم میں ہے کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور کی انتھک محنتوں کے نتیجے میں جہانگیر صاحب جیسے لوگ ان کی جھولی میں ڈال دیے۔ جہانگیر صاحب فقیر منش انسان تھے اور متحرک اتنے کہ نوجوان بھی ان پر رشک کرتے تھے۔ اپنی زندگی میں حلقہ لاہور ڈویژن کی تقسیم اور حلقہ لاہور شرقی کے وجود میں آ جانے کے بعد بھی راقم کے ساتھ رابطہ رہتا۔ اکثر و بیشتر نظم سے متعلق گفتگو کے ساتھ فون پر دلچسپ اور محبت بھری گفتگو بھی کرتے۔ حلقہ کے علیحدہ ہو جانے کے بعد بھی کئی رفقاء کے مسائل ان سے حل کروائے جاتے تھے۔ ان کی تنظیم کے ساتھ commitment کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ موجودہ ششماہی رپورٹس (جنوری تا جون 2015ء) کے حوالے سے پورے پاکستان میں حلقہ لاہور غربی وہ حلقہ ہے جس کے تمام ملتزم رفقاء کی ششماہی رپورٹ بروقت اور مکمل مرکز پہنچی ہیں۔ اس ضمن میں کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی ملتزم رفیق ششماہی رپورٹس اور انفاق نہیں دیتا تو پھر ملتزم کیسا! اس کو ملتزم رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اپنی وفات سے ایک دن قبل انہوں نے مجھے فون کیا اور دلچسپ گفتگو کی۔ کافی دیر تک میرے ساتھ ہنسی مذاق کرتے رہے۔ اس وقت تو مجھے احساس نہ ہوا لیکن اگلے دن جب میں ان کا جنازہ پڑھ کر واپس آ رہا تھا تو احساس ہوا کل جہانگیر صاحب میرے ساتھ کیوں اتنا ہنس رہے تھے۔ اصل میں وہ بتا رہے تھے کہ میں جانے والا ہوں لیکن میں سمجھ ہی نہ پایا۔ بقول اقبال ؎

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اُوست

جہانگیر صاحب کے انتقال کے بعد حلقہ لاہور غربی ایک شفیق اور ہمدرد امیر سے محروم ہو گیا اور مجھ جیسوں سے تو جیسے سائبان اٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی تمام کاوشوں کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں صالحین کے گروہ میں شامل فرمائیں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَ عَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَ وَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاَغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَ اَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِنْ دَارِهٖ وَ اَهْلاً خَيْراً مِنْ اَهْلِهٖ وَ زَوْجاً خَيْراً مِنْ زَوْجِهٖ وَ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَ اَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ o اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَ لَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ

آمین یارب العالمین!

آخر میں چند اشعار جہانگیر صاحب کے لیے:

اِک مسافر تھا کچھ دیر ٹھہرا یہاں
اپنی منزل کو آخر روانہ ہوا
بات کل ہی کی ہے محسوس ہوتا ہے یوں
جیسے گزرے ہوئے اِک زمانہ ہوا
زندگی سے خفا ہو کر وہ چل دیے
جیتے جی جو کسی سے خفا نہ ہوا

کرپشن کے خلاف آپریشن

02 ستمبر 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

- ☆ ایوب بیگ مرزا: ناظم نشرواشاعت، تنظیم اسلامی
- ☆ ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: ڈپٹی سیکرٹری جنرل، جماعت اسلامی (آن لائن شرکت)
- ☆ سلمان غنی: ایگزیکٹو ایڈیٹر، روزنامہ دنیا

میزبان: وسیم احمد

سوال: مالی کرپشن اور جرائم پیشہ افراد کی پشت پناہی کے الزامات کے تحت پیپلز پارٹی کے لوگ پکڑے جانے پر آصف علی زرداری نے کہا ہے کہ نواز شریف نے 1990ء کی دہائی کی سیاست شروع کر دی ہے۔ کیا ملک میں کوئی نیا سیاسی بحران آتا نظر آ رہا ہے؟

سلمان غنی: چند ماہ پہلے جنرل راحیل شریف نے یہ بات کی تھی کہ سیاست اور جرائم اکٹھے نہیں چل سکتے۔ مجھے صحافت میں 25 سال ہو گئے لیکن یہ چار چیزیں میں نے پہلی دفعہ کراچی کے حوالے سے سنیں: بھتہ مافیا، اغوا برائے تاوان، بوری بند لاشیں، ٹارگٹ کلنگ۔ یہ چار چیزیں ایم کیو ایم کے ساتھ آئی ہیں، کیونکہ کراچی پر ان کا قبضہ تھا۔ یہ بڑی تلخ حقیقت ہے کہ ریاست بھی کراچی کے اندر کریمنلز کو سپورٹ کرتی رہی ہے۔ ہمارے کئی وزیراعظم ہاتھ باندھ کے نائن زیرو پہ کھڑے ہوتے رہے ہیں۔ اب کراچی کے اندر مذہبی جماعتوں پر بھی ہاتھ پڑا ہے۔ کالعدم تنظیموں پہ ہاتھ پڑا ہے۔ لیاری گینگ پہ ہاتھ پڑا ہے۔ کراچی میں قتل و غارت، لاقانونیت، بدامنی کے سارے معاملات کے اندر پیسہ involve تھا۔ اگر آج کراچی کے اندر ریفرنڈم کروائیں کہ وہاں سے رینجرز کو واپس جانا چاہیے اور امن و امان کی ذمہ داری دوبارہ سویلین حکومت کو سونپ دی جائے تو پورا کراچی یک زبان ہو کر کہے گا کہ وہاں پر رینجرز موجود رہیں کیونکہ بدامنی، لاقانونیت کے ڈانڈے حکمرانوں کے محلوں تک جاتے ہیں۔

پیپلز پارٹی کوئی مردہ جماعت نہیں تھی۔ وہ ذوالفقار علی بھٹو کی جماعت تھی جس نے لوگوں کو شعور دیا تھا۔ کیا ڈاکٹر عاصم کو پیپلز پارٹی own کرے گی؟ اس کے بڑے مگرمچھ پر ہاتھ پڑا ہے تو کیا پارٹی کا ایک کارکن بھی سڑک پر آیا ہے؟ دراصل جمہوری سسٹم پہ کرپٹ لوگوں نے تسلط قائم کر رکھا ہے۔ آپ بحران کی بات کر رہے ہیں، کوئی بحران پیدا نہیں ہو گا۔ اب تو بحران کے خاتمے کے دن آ رہے ہیں۔ اس ملک میں ہزاروں ڈاکٹر عاصم ہیں اور ان کو سیاسی جماعتوں کی پشت پناہی حاصل ہے۔ یہ دونوں ہاتھوں سے ملک کو لوٹتے رہے ہیں۔ کوئی فکر والی بات نہیں ہے۔ پاکستان کا مستقبل محفوظ ہے۔ اگر پاکستان نے معاشی ترقی کرنی ہے تو ان مگرمچھوں سے نجات حاصل کرنا پڑے گی۔

سوال: رینجرز نے کرپشن کے خلاف مہم شروع کر کے گرفتاریاں شروع کر دی ہیں۔ کیا ان کا یہ اقدام آئین کے مطابق ہے یا اپنے اختیارات سے تجاوز ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ہمارے ہاں سیاست دانوں کو

مرتب: محمد خلیق

آئین صرف اُس وقت یاد آتا ہے جب ان کے ذاتی مفاد یا اقتدار پر زد پڑے۔ میں چند مثالیں دے دیتا ہوں۔ آئین کی شق 251 میں لکھا ہے کہ 15 سال کے اندر اردو زبان کو ملک کی قومی دفتری زبان بنا دیا جائے گا۔ 1988ء سے آج 2015ء تک ہم آئین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ کیا کسی سیاست دان نے کہا ہے کہ حکومت پر آرٹیکل 6 لگے کیونکہ یہ آئین کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ آئین کے آرٹیکل 31 کی رُو سے یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ شہریوں کو اچھا مسلمان بنائے۔ انہیں قرآن و سنت کی تعلیم دے اور عربی زبان سکھائے۔ کیا کبھی کسی سیاست دان نے اس پر سوچا بھی ہے؟ آئین کے 40 مزید ایسے آرٹیکلز ہیں جن کا تعلق عوام کے جانی و مالی تحفظ کے حوالے سے ہے، لیکن عوام کی جان و مال کا معاملہ آپ کے سامنے ہے۔ لہٰذا سیاست دان آئین کی گردان ہمیشہ اس وقت کریں گے جب اپنے اقتدار کا معاملہ ہو گرنہ ان کے نزدیک آئین کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

کراچی میں رینجرز کو کافی حد تک اختیارات دیے گئے ہیں۔ سندھ حکومت نے انہیں تحفظ پاکستان آرڈیننس کے تحت اختیارات دیے تھے کہ وہ ایسی کارروائیاں کر سکتے ہیں۔ اس حد تک افواہیں گردش کر رہی ہیں کہ ڈاکٹر عاصم حسین کی گرفتاری کا معاملہ finance terrorism کے ذیل میں شمار کیا جا رہا ہے۔ ان کی ایمبولینسز میں اسلحہ آتا جاتا رہا ہے۔ جب یہ آرڈیننس جاری ہوا تھا تو شروع میں آصف زرداری نے اس کی مخالفت کی تھی اور اُس وقت نواز شریف کو کہا تھا کہ اس آرڈیننس کے تحت تم اور میں دونوں جیل جا سکتے ہیں۔ چنانچہ رینجرز کو اختیارات تو انہوں نے خود ہی دیے ہیں۔ پھر یہ کہ سندھ حکومت نے رینجرز کے خلاف اگرچہ بڑی بڑی باتیں کیں لیکن تین ماہ کی بجائے ایک سال کی توسیع بھی دے دی۔ کبھی زرداری صاحب فوج کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے ہوتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ ہمارا ہر قسم کا تعاون ان کے ساتھ ہے۔ وہ اپنا ذاتی مفاد دیکھتے ہیں کہ میرا سرمایہ کیسے محفوظ ہو سکتا ہے، آئین جائے جہنم میں!

سوال: جو کام رینجرز کر رہی ہے، کیا یہ سول حکمرانوں کو نہیں کرنا چاہیے تھا؟

سلمان غنی: بنیادی طور پر یہ ذمہ داری پولیس کی تھی۔ کیا فوج اور رینجرز اس لیے بنائی گئی ہیں کہ وہ گلی محلوں کے اندر امن و امان قائم کریں اور کرپٹ لوگوں پر ہاتھ ڈالیں۔ دراصل سویلین سیٹ اپ ناکام ہوا ہے۔ دنیا کے جمہوری معاشروں میں ایک ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے۔ حکومت نے گڈ گورننس کو قائم جبکہ کرپشن اور لوٹ مار کا سدباب کرنا ہوتا ہے۔ عوام کو روٹی اور روزگار کی فراہمی کا بندوبست کرنا

اگر آج کراچی میں ریفرنڈم کروایا جائے کہ رینجرز کو واپس جانا چاہیے اور امن و امان کی ذمہ داری دوبارہ سویلین حکومت کو سونپ دی جائے تو پورا کراچی یک زبان ہو کر کہے گا کہ رینجرز موجود رہیں

ہوتا ہے۔ صحت اور تعلیم کی سہولتیں بہم پہنچانا ہوتی ہیں۔ کیا ہماری حکومتیں یہ کام کرتی ہیں؟ کیا لوگ آج کی سیاسی

جماعتوں پر اعتماد کرتے ہیں؟ کرپشن اور لوٹ مار کا یہ سلسلہ صرف کراچی تک محدود نہیں ہے۔ پنجاب میں بھی کوئی کام بغیر رشوت کے نہیں ہوتا۔ سیاسی سسٹم اگر صحیح طور پر کام کرے تو اقتصادی استحکام ہوتا ہے‘ سیاسی استحکام ہوتا ہے‘ انتظامی استحکام ہوتا ہے‘ انصاف ملتا ہے۔ ہمارے ہاں جمہوری سسٹم کو اس نہج پر پہنچانے کے ذمہ دار سیاست دان ہیں‘ بلکہ میں اس سے بھی تلخ بات کہوں گا کہ خود عوام ہیں۔ تو بھگتنے دیں لوگوں کو یہ سب کچھ۔ آج پاکستان کی دنیا بھر میں جگ ہنسائی ہو رہی ہے۔ سیاسی لیڈر شپ دنیا کے سامنے اپنے ملک کی نمائندگی کرتی ہے۔ اسے ایک شناخت دیتی ہے۔ ہماری لیڈر شپ کہاں کھڑی ہے! ہم دنیا کو کہتے ہیں کہ پاکستان میں سرمایہ کاری کریں جبکہ ہمارے حکمران اور سیاست دان اپنی سرمایہ کاری باہر کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں سیاست دانوں کو آئین صرف اُس وقت یاد آتا ہے جب ان کے ذاتی مفاد یا اقتدار پر زد پڑے۔

یہ معاملہ صرف سیاست دانوں تک محدود نہیں ہے۔ بیوروکریٹس نے اس ملک کا اربوں‘ کھربوں لوٹا ہے۔ اب تو اس لوٹ کھسوٹ میں جرنلسٹ بھی شامل ہو گئے ہیں۔ جب اس ملک کے اندر کسی کی پکڑ ہی نہیں ہوتی تو پھر ہر کوئی اپنا حصہ اسی طرح لیتا رہے گا۔ کیا تاجر ٹیکس دینے کے لیے تیار ہیں؟ اس ملک میں صرف آٹھ دس ہزار لوگ ٹیکس دیتے ہیں‘ جن کی اکثریت تنخواہ دار طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ ملک میں 32 لاکھ افراد ایسے ہیں جو بڑی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں‘ عالی شان بنگلوں میں رہتے ہیں‘ ان کے بچے پاکستان سے باہر تعلیم حاصل کرتے ہیں جبکہ وہ ٹیکس بالکل نہیں دیتے۔ جمہوری سسٹم ایسا نہیں ہوتا۔ یہ چوروں اور لٹیروں کا گٹھ جوڑ ہے جس نے پاکستان کو اس نہج پہ پہنچایا۔

سوال : ڈاکٹر عاصم کی گرفتاری پر پیپلز پارٹی نے جو ردّعمل دیا‘ اس کے بعد حکومت نے یوسف رضا گیلانی کی گرفتاری روک دی۔ کیا سیاسی دباؤ پر کرپشن سکینڈلز میں ملوث لوگوں کی گرفتاریاں روکنا ملکی مفاد میں ہے؟

ڈاکٹر فرید پراچہ: یہ معاملات کرپشن کو ہی مضبوط کرنے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اگر کہیں بھی کرپٹ لوگوں پر ہاتھ پڑتا ہے تو اس کو سیاسی بنا دیا جاتا ہے‘ اور کہا جاتا ہے کہ political victimization ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر عاصم حسین کی گرفتاری سے یہ چیزیں سامنے آ رہی ہیں کہ اربوں روپوں کے معاملات ہیں۔ ان چیزوں کو آگے چلنا چاہیے۔ یہ صرف پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم کے خلاف ہی نہ ہو بلکہ مسلم لیگ (ن) کے خلاف بھی ہو۔ کرپٹ لوگ‘ ٹارگٹ کلرز‘ بھتہ خور کہیں بھی ہوں ان سب کا احتساب ہونا چاہیے۔ یہاں عجیب وغریب دلائل دیے جاتے ہیں کہ آپ نے بھی تو کیا ہے‘ یعنی اپنی صفائی دینے کی بجائے دوسرے کے اوپر بھی اسی طرح کے الزامات لگا دو۔ یوسف رضا گیلانی کے معاملے میں حکومتی سطح پر کمزوری نظر آ رہی ہے۔ اس طرح کے فیصلوں نے ماضی میں بھی نقصان پہنچایا ہے۔ محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے معاملات کو لپیٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ کوئی خوش آئند بات نہیں ہے!

سوال : جس جماعت کے خلاف ایکشن لیا جاتا ہے‘ اس کے لیڈر کہتے ہیں کہ ہماری جماعت کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ تاثر درست ہے؟

ڈاکٹر فرید پراچہ: میرے خیال میں یہ تاثر بالکل بے جا ہے۔ البتہ یہ جو ترتیب مقرر کی گئی ہے کہ پہلے یہ اور پھر یہ‘ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ساری چیزیں بیک وقت ہوں تو پھر اس تاثر کو قائم ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ ایسے میں اگر یہ کہا جائے کہ ہمارے خلاف کیوں‘ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دوسروں کے خلاف بھی تو ہو رہا ہے۔ اس حوالے سے حکومت کو کوئی لائن آف ایکشن طے کرنی چاہیے تاکہ آپریشن اور احتساب کی ساکھ متاثر نہ ہو۔

سوال: عمران خان ہمیشہ کہتے رہے کہ دونوں بڑی پارٹیوں نے آپس میں مک مکا کر رکھا ہے۔ گرفتاریاں شروع ہونے پر زرداری صاحب مفاہمتی سیاست کو خیر باد کہہ کر میدان میں آ گئے ہیں۔ کیا عمران خان کا تجزیہ 100 فیصد ٹھیک ثابت نہیں ہوا؟

سلمان غنی : یہ ہمارا بڑا سیاسی اور اخلاقی المیہ ہے کہ ہم کہتے کچھ ہیں جبکہ کرتے کچھ اور ہیں۔ 30 اکتوبر 2011ء کو مینار پاکستان پر عمران خان ”سٹیٹس کو“ توڑنے کی بات کر رہے تھے۔ بدعنوان اور کرپٹ عناصر کے خلاف جدوجہد کا علم انہوں نے بلند کیا ہوا تھا۔ لیکن بڑی بدقسمتی ہے کہ اسی ”سٹیٹس کو“ کے حامی اور بدنما چہرے ایک ایک کر کے ان کی پارٹی کا حصہ بنتے گئے۔ آج اگر نواز شریف اور زرداری کا مفاہمتی عمل ٹوٹ گیا ہے تو میں سوال اٹھا رہا ہوں کہ کیا نواز شریف اور آصف زرداری میں مفاہمت کرپشن اور لوٹ مار کے تحفظ کے لیے تھی؟ گڈ گورننس کی بجائے بدانتظامی کے عمل پہ تھی؟ قتل وغارت اور سنگین جرائم کے حوالے سے تھی؟ دنیا میں سیاسی جماعتوں کے درمیان مفاہمت اس بنیاد پر ہوتی ہے کہ ہم نے ملک کو آگے لے کر جانا ہے‘ عوام کو خوشحال کرنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے چارٹر آف ڈیموکریسی کے ہر نکتے پر عمل کر دیا‘ صرف دو نکات پر عمل نہیں ہوا۔ ایک بنیادی جمہوری سسٹم اور دوسرا احتساب کمیشن۔ احتساب کمیشن نے وزیراعظم سے لے کر نیچے تک سب کا احتساب کرنا تھا۔ اگر یہ بنا ہوتا تو آج رینجرز کارروائی نہ کر رہے ہوتے!

ایوب بیگ مرزا : آپ نے عمران خان کے تجزیے کی بات کی ہے۔ کیا سب کو نظر نہیں آ رہا تھا کہ پیپلز پارٹی نے مرکز میں 5 سال پورے کیے‘ سندھ میں اس کی حکومت تھی‘ اس نے کرپشن کے ریکارڈ قائم کیے لیکن نواز شریف نے زبان نہیں کھولی۔ اب پنجاب میں اور مرکز میں کیا کچھ نہیں ہوا! حالات نے یہ بتایا ہے کہ میثاق جمہوریت میں سو نکات ہوں گے لیکن اصلاً عمل صرف دو پر ہوا ہے کہ تم ہماری کرپشن پر خاموش رہو گے اور ہم تمہاری کرپشن پر خاموش

سیاسی لیڈر شپ دنیا کے سامنے اپنے ملک کی نمائندگی کرتی ہے‘ اسے ایک شناخت دیتی ہے لیکن ہماری لیڈر شپ کا چہرہ اتنا خوش نما نہیں ہے!

رہیں گے۔ بلدیاتی انتخابات کرانا ایک آئینی ضرورت ہے جس کے لیے یہ کسی صورت تیار نہیں تھے۔ سپریم کورٹ نے انہیں مجبور کیا ہے‘ لیکن مجھے ابھی بھی محسوس ہوتا ہے کہ وہ نہیں کرائیں گے۔ سیاست دانوں کے نزدیک آئین کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

ڈاکٹر عاصم کی گرفتاری کے ردّعمل میں آصف زرداری نے کتنا ذہانت والا stance لیا ہے۔ انہوں نے ن لیگ کی کسی ایسی کرپشن کا ذکر نہیں کیا جس کے بارے میں لوگ یا میڈیا کچھ کہہ رہا ہو۔ مثال کے طور پر انہوں نے آشیانہ ہاؤسنگ سکیم پر کوئی بات نہیں کی۔ کہا جاتا ہے کہ ایل ڈی اے پلازہ میں آگ اس لیے لگائی گئی کیونکہ وہاں اس سکیم میں کی گئی کرپشن کے حوالے سے

ثبوت تھے۔اس کے علاوہ میٹرو بس اور لیپ ٹاپ سکیم وغیرہ میں بددیانتی کی افواہیں ہیں لیکن آصف زرداری نے ان میں سے بھی کسی کا ذکر نہیں کیا۔حدیبیہ پیپر مل کا ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے صرف ان کا ذکر کیا ہے جس کے ساتھ ثبوت موجود ہیں۔مثلاً یہ کہا کہ اسحاق ڈار نے دفعہ 164 کے تحت حلفی بیان دیا ہے کہ میں نے نواز شریف کے لیے منی لانڈرنگ کی تھی۔اب اگر اسحاق ڈار نے دفعہ 164 کے تحت عدالت میں جھوٹا حلفیہ بیان دیا تو اسے گرفتار کیا جائے' اور اگر اس نے سچا بیان دیا ہے تو نواز شریف کو گرفتار کیا جائے۔پھر رانا مشہود کی ویڈیو کا ذکر کیا' جس میں یہ کہا گیا کہ میں نے شہباز شریف کو پیسے دینے ہیں۔اگر اس ویڈیو کے فوری بعد اسے معطل کر دیا جاتا تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ معاملہ رانا مشہود تک ہی محدود ہے' لیکن اس کو بطور وزیر برقرار رکھا گیا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ درست کہہ رہا تھا کہ آپ اس کے پارٹنر تھے۔تیسری بات بھی زرداری نے ثبوت والی کی کہ سپریم کورٹ اصغر خان کیس کا فیصلہ کر چکی ہے لیکن کچھ عمل نہیں ہو رہا۔چوتھی بات بھی بڑی ثبوت والی کی کہ جسٹس نجفی نے اپنی رپورٹ میں بتایا ہے کہ رانا ثناء اللہ اور شہباز شریف دونوں نے ماڈل ٹاؤن میں قتل عام کا آرڈر دیا تھا' لیکن اس پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔چنانچہ آصف زرداری نے صرف وہ بات کی جس کے ساتھ ثبوت موجود ہیں۔

میثاق جمہوریت صرف یہ تھا کہ ایک دوسرے کی کرپشن پر خاموش رہا جائے گا اور اگر ہمارے اقتدار کو خطرہ ہوا تو ہم اکٹھے ہو کر ایک دوسرے کو سپورٹ کریں گے۔زرداری نے یہ سارے وعدے پورے کیے ہیں۔ عمران خان کے دھرنے کے دوران جب زرداری لاہور آئے تھے تو نواز شریف لاہور ایئرپورٹ سے خود گاڑی ڈرائیو کر کے انہیں لے گئے تھے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں کیا کچھ ہوتا ہے۔

سوال: الیکشن کمیشن کے خلاف عمران خان کی احتجاجی مہم کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟

سلمان غنی: عمران خان ایشوز کی بات ضرور کرتے ہیں لیکن ان میں مستقل مزاجی نہیں ہے۔وہ ایک انتہائی قدم اٹھا لیتے ہیں۔انہوں نے موجودہ چیف الیکشن کمشنر کی تائید اور حمایت کی ہے کہ اچھی شکل وصورت کے حامل شخص ہیں۔اسی طرح انہوں نے ماضی میں فخر الدین جی ابراہیم کی بھی حمایت کی تھی۔الیکشن کمیشن کے صوبائی اراکین کے استعفوں کے حوالے سے میری بھی ریزرویشن ہو سکتی ہے لیکن ہر چیز کا ایک قانونی اور آئینی طریقہ کار ہے۔دھرنے کے دوران انہوں نے وزیراعظم سے بھی استعفیٰ مانگا تھا۔ عمران خان کو چاہیے کہ یہ معاملہ سپریم جوڈیشل کونسل میں لے کر جائیں۔ان کے پاس تو بڑے بڑے قانون دان بھی موجود ہیں۔الیکشن کمیشن کی درستگی پارلیمنٹ کے ذریعے ہونی چاہیے۔اگر موجودہ چاروں صوبائی اراکین اپنے عہدے چھوڑ بھی دیں تو ان کی جگہ اسی نوع کے دوسرے بندے آ جائیں گے۔انتخابات میں دھاندلی سیاسی جماعتیں نہیں کرتیں بلکہ اس میں اثر ورسوخ کے حامل افراد ملوث ہوتے ہیں۔ایسے لوگ تحریک انصاف میں بھی موجود ہیں' مسلم لیگ (ن) میں بھی موجود ہیں اور پیپلز پارٹی کے ساتھ بھی ہیں۔یہ سارا کچھ مال کے ساتھ چلتا ہے۔انتخابی عملہ رات کو کہیں بیٹھا ہوتا ہے جبکہ دن کو کہیں اور ڈیوٹی کر رہا ہوتا ہے۔ان ساری چیزوں پر نظر رکھنی ہوگی۔بنیادی فیصلہ یہ کرنا ہوگا کہ ریاست کا جو اہل کار بھی کرپشن اور بے ضابطگی میں ملوث ہو' اسے سخت سزا دی جائے۔جب تک اس حوالے سے قانون سازی نہیں ہوگی' یہ سارے کام ہوتے رہیں گے۔اس وقت آپ چار افراد نکالیں گے بعد میں چار اور آ جائیں گے۔

> ملک میں 32 لاکھ افراد ایسے ہیں جو بڑی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں' عالی شان بنگلوں میں رہتے ہیں' ان کے بچے پاکستان سے باہر تعلیم حاصل کرتے ہیں لیکن وہ ٹیکس بالکل نہیں دیتے۔جمہوری سسٹم ایسا نہیں ہوتا۔

سوال: پاکستان نے ''را'' کی مداخلت کے ثبوت سوزن رائس کے حوالے کر دیے ہیں۔کیا امریکہ سرحدوں پر انڈیا کی اشتعال انگیزیاں رکوانے میں کوئی کردار ادا کرے گا؟

ایوب بیگ مرزا: پہلی بات تو یہ ہے کہ بھارت کو اتنی جرأت کیسے ہوئی کہ وہ ہمارے سرحدی علاقوں میں مقیم لوگوں کو اتنی بے دردی کے ساتھ شہید کر رہا ہے۔وہ اس لیے کہ بھارت کے حوالے سے ہمارا رویہ بہت زیادہ معذرت خواہانہ ہو گیا ہے۔پاکستان کی تاریخ میں کبھی کسی حکومت نے بھارت کے حوالے سے اتنا دفاعی رویہ اختیار نہیں کیا تھا جتنا موجودہ حکومت نے کیا ہے۔اب جنرل راحیل شریف کی وجہ سے حکومت کچھ مجبور ہوئی ہے' وگرنہ پچھلے ڈھائی سالوں میں تو کبھی ساڑھیاں جا رہی ہیں' کبھی آم بھیجے جا رہے ہیں۔تضاد دیکھیں کہ سرحد پر بی ایس ایف کی مٹھائی ہمارے رینجرز واپس کرتے ہیں اور اس کے اگلے دن نواز شریف' مودی کو آم بھیج دیتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فوج کہیں اور ہے' سول حکومت کہیں اور ہے۔لہٰذا اس معذرت خواہانہ رویے نے ہندوستان کو دیدہ دلیر کیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض اخباری خبریں ہیں کہ ''را'' کے ثبوت ہم نے امریکہ کو دے دیے۔یہ بھی خبر شائع ہوئی کہ اچانک پاک بھارت تصادم ہوا اور اس پر وہ چین سے اچانک یہاں آ گئیں۔ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔شیڈول کے تحت ایک ماہ پہلے سے ان کا دورہ طے تھا' اور اس میں افغان پالیسی پر بات چیت ہوئی ہے۔افغانستان کا مسئلہ' پاکستان کے افغانستان کے ساتھ تعلقات اور ملا عمر کی وفات کے بعد کی صورت حال زیر بحث آئی۔عین ممکن ہے کہ پاکستان اور بھارت کے تنازع کو بھی زیر بحث لایا گیا ہو لیکن وہ بات ضمناً ہوئی ہوگی۔

سلمان غنی: ''را'' کی مداخلت کے ثبوت تو ریاست کے پاس بہت پہلے سے موجود تھے جبکہ نواز شریف تو اب برسر اقتدار آئے ہیں۔یہ ٹھیک ہے کہ بھارت کے حوالے سے ہمارا رویہ معذرت خواہانہ ہے۔ دراصل سیاست دانوں کو مورد الزام ٹھہرانا سب سے آسان کام ہے۔آپ اس امریکہ کو ''را'' کے ثبوت دے رہے ہیں جو بھارت کی علاقائی بالادستی کے لیے کوشاں ہے۔اس کی بجائے وزیراعظم جرأت کریں اور یو این او میں کھڑے ہو کر ہندوستان کا مکار اور عیار چہرہ دنیا کو دکھائیں۔آخر میں میں پاکستان کے آرمی چیف کو ضرور خراج تحسین پیش کروں گا کہ انہوں نے کہا تھا کہ کشمیر تقسیم ہند کا نامکمل ایجنڈا ہے۔جو موقف پاکستان کے سپہ سالار نے دیا ہے' یہ پاکستان کی منتخب لیڈرشپ کو یہاں بھی دینا چاہیے اور یو این او میں بھی دینا چاہیے۔

اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی

رضی الدین سید

بہت ساری انسانی خوبیوں میں سے ایک ''حیا'' کی خوبی بھی ہے۔ یہ وہی خوبی ہے جو انسان کو شرافت، تہذیب اور ادب کے سانچے میں ڈھالتی ہے۔ ''باادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب'' یہ معروف کہاوت دراصل حیا ہی کے بارے میں کہی گئی ہے کہ جو شخص حیا کرے گا، وہ باادب ہوگا اور جو باادب ہوگا، وہ بانصیب ہوگا۔ یہی معاملہ اس کے برعکس بھی ہے یعنی جس فرد میں حیا نہیں، اس میں تہذیب نہیں اور جس میں تہذیب نہیں، اس کے نصیب نہیں۔ حیا کا دوسرا نام غیرت، شرافت، اخلاق، شرم اور پاسِ ادب ہے جب کہ بے حیائی کا دوسرا نام بے غیرتی، بدمعاشی، بداخلاقی، بے شرمی اور بے ادبی ہے۔ باحیا آدمی کو دنیا کا ''دل پسند'' اور بے حیا آدمی کو دنیا کا ''رذیل'' فرد سمجھا جاتا ہے۔ ''یا بے غیرتی، تیرا ہی آسرا'' ان بے ضمیر اور بے شرم آدمیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے جنہیں نہ اپنے خاندان کی عزت کی کوئی فکر ہوتی ہے، نہ اپنے معاشرے کا کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ وہ اپنے رب سے کوئی حیا محسوس کرتے ہیں۔ ہلکا سا خوف ''حیاداری'' جب کہ بہت زیادہ خوف ''بزدلی'' کے معنوں میں لیا جاتا ہے۔

حیا کو عام طور پر جسمانی شرم و حیا کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جس نے اپنے جسم کے ''قابل ستر'' حصوں کو مناسب طور پر ڈھانپ لیا، اس نے حیا کا کردار ادا کر دیا۔ اسی طرح حیا کو عام طور پر عورتوں کے ساتھ ہی وابستہ کیا جاتا ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ حیا تو بس عورتوں کے لیے ہی اُتاری گئی ہے۔ چوں کہ وہ عورت ہیں، اس لیے انہی کو تمام شرم اور لحاظ اختیار کرنا چاہیے، بھلا مردوں کو شرم و حیا سے کیا لینا دینا! عورتوں کو ''بہت کچھ'' نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ حیا کا تقاضا ہے اور اگر مرد ''بہت کچھ'' کر لیں تب بھی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ حیا کا ان سے کوئی گہرا تعلق نہیں ہے۔ دنیا میں عموماً اور ہمارے ملک میں خصوصاً اسی کلیے پر عمل ہو رہا ہے، حالانکہ حیا ایک وسیع اور مرد و عورت سے مبرا وصف ہے۔

حیا دراصل انسان کے اندر کی اُس جھجک، لحاظ اور شرافت کو کہا جاتا ہے جو اسے بہت سے ناپسندیدہ کاموں سے روکتی اور دور رکھتی ہے۔ وہ سب کے سامنے برہنہ نہیں ہو سکتا، وہ محفل میں بدتہذیبی نہیں کر سکتا، وہ بزرگوں کے سامنے چیخ و پکار نہیں کر سکتا، وہ اپنے بڑوں کی ہدایات سے انکار نہیں کر سکتا، وہ موقع بے موقع آپا دھاپی نہیں کر سکتا، وہ اندر اور باہر گالم گلوچ سے پرہیز کرتا ہے، وہ خود پیچھے رہ کر اوروں کو آگے آنے کا موقع دیتا ہے۔ عورت سب کے سامنے نامناسب لباس میں نہیں آ سکتی اور محفل میں زور زور سے ٹھٹھے نہیں لگا سکتی وغیرہ وغیرہ۔ غرض اگر ہم دیکھتے جائیں تو حیا کی بے شمار شکلیں نکلتی چلی آئیں گی۔

حیا صرف اسی چیز کا نام نہیں ہے کہ انسان جسمانی اور اخلاقی لحاظ سے خود کو درست کر لے، جھجک لے اور ٹھٹھک لے اور جو بُرا کام کسی خاص وقت پر نہ کر سکے، وہ کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھے۔ حیا دراصل اپنے پروردگار سے ڈرنے کا نام ہے۔ کوئی عمل اگر اس وجہ سے کرنے کی ہمت نہ ہو سکے کہ اس پر لوگ کیا کہیں گے تو پھر اسے اس وجہ سے بھی خصوصاً نہیں کرنا چاہیے کہ اس پر مالک کائنات کیا کہے گا۔ نظروں سے اوجھل اس کے آسمانوں پر بیٹھے ہوئے ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خود پر سے عار اور شرم کی کیفیت ہٹا دی جائے، کپڑے پہنے ہوں تو اُتار دیے جائیں، دل چاہ رہا ہو تو مغلظات بک دی جائیں، یہ سمجھتے ہوئے کہ خدا سامنے تو نہیں رشوتیں لے لی جائیں اور اگر کوئی مرتبہ حاصل ہو جائے تو نعوذ باللہ خدا تعالیٰ پر بھی دشنام طرازیاں کر لی جائیں۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ معاشرہ کا خوف سامنے ہو تو انسان حیا کرے اور خدا کو سامنے نہ پائے تو انسان بے حیا بن جائے۔ بلکہ اسے تو مسلسل یہ کہنا چاہیے کہ میں یہ کام نہیں کروں گا اس لیے کہ مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ میں کھانا کھا کر اس لیے اس کا شکر ادا کروں گا کہ ادا نہ کرنے پر مجھے اس سے حیا آتی ہے۔ میں کپڑے پہنوں گا اور اسے یاد نہ کروں گا؟ میں پردوں میں چھپ کر بیٹھوں گا اور گناہ کر لوں گا؟ میں صاحب اختیار بنوں گا اور مخلوق کے حقوق مار لوں گا؟ میں مادی وسائل سے مالا مال ہوں گا اور پروردگار کی مخلوق کو کچھ نہ دوں گا؟ میں یہ سب کچھ ہرگز نہیں کروں گا کیوں کہ مجھے اس کے باعث اپنے پروردگار سے حیا آتی ہے۔

اگر کسی شخص میں حیا کا تصور راسخ ہو تو وہ بھلائیوں کی جانب بڑھنے میں پیش قدمی دکھائے گا اور برائیوں کی جانب بڑھنے میں پسپائی اختیار کرے گا۔ حیادار فرد بے ایمان نہیں ہو سکتا۔ حیادار لڑکی اپنے والدین کے نام پر بٹہ نہیں لگا سکتی۔ حیادار عورت محض اس لیے کسی مرد کا کھلونا اور کسی مصنوعات کا عریاں ''ماڈل'' نہیں بن سکتی کہ اس سے اسے چمکتے، دمکتے اور کھنکتے ہوئے سکے ملیں گے۔ حیادار آدمی سڑک کے بیچوں بیچ نیم عریاں حالت میں نہا کر اپنی غیرت کو نیلام نہیں کر سکتا۔

نبی کریم ﷺ نے حیا کے بارے میں ایک مختصر سا جملہ کہہ کر بہت ساری باتیں خود ہی واضح فرما دی ہیں: ''اگر تمہارے پاس حیا نہ ہو تو تم جو چاہو کرو''، یعنی پھر تمہیں روکنے والی کوئی چیز ہی نہ ہوگی۔ ہماری زبان کا ایک محاورہ بھی اسی کیفیت کو بیان کرتا ہے کہ ''میں نے اوڑھ لی ہے لوئی، اب کیا کرے گا کوئی''، یعنی اب تو میں بے غیرت اور ڈھیٹ بن کے بیٹھ ہی گیا ہوں، اس لیے اب کوئی میرا کیا بگاڑ سکے گا؟

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے تشریح کی تھی کہ ''نماز اور بے حیائی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے''، یعنی یا تو نماز اس سے بے حیائی چھڑوا دے گی یا بے حیائی اس سے نماز چھڑوا دے گی۔ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا: ''لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ اس سے شرم کی جائے۔'' (ابوداؤد)

بے حیائی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کے لیے بہت زیادہ باعث کلفت بنتی ہے۔ کسی کو گالی بک دینے سے، کسی کے ماں باپ کو ذلیل کر دینے سے، کسی کے حقوق غصب کر لینے سے اور کسی خاتون کے بر سر بزم

رقص کر لینے سے اگرچہ مرد اور عورت کو ذاتی فوائد حاصل ہو جاتے ہیں، لیکن ان کارروائیوں کے باعث افراد اور معاشرے پر اس کے منفی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اس لیے یاد رکھنا چاہیے کہ شرم وحیا کی چادر اتار پھینکنے سے متاثرہ فرد اور معاشرہ بھی متناسب ظلم کا شکار ہونے لگتے ہیں۔

علامہ اقبال نے اپنے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال کو بھی دعا دیتے ہوئے کہا تھا کہ۔

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ تیری جوانی رہے بے داغ

سوچا جا سکتا ہے کہ جب ان کے دور میں حیا تار تار ہو گئی تھی تو پھر آج کی حیا کا کیا حال ہوگا! حیا کا تعلق صرف ذاتی فرد سے نہیں بلکہ کُل قوم سے بھی ہے۔ فرد کی طرح قوم بھی یا تو حیادار ہو سکتی ہے یا بے حیا ہو سکتی ہے۔ جس معاشرے کے افراد مجموعی طور پر حیادار ہوں گے تو وہ معاشرہ بھی اسی طرح حیادار ہوگا۔ قوم جب اجتماعی لحاظ سے ڈھیٹ، معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے والی، رشوت خور، فحاشی کی رسیا، لڑکیوں کو بے باک اور مردوں جیسا قرار دینے والی، شریف قوم پر بلاوجہ چڑھائی کرنے والی، ''طاؤس ورباب اول اور شمشیر وسنان آخر'' قرار دینے والی اور موقع بے موقع ہر ملک کے سامنے کاسۂ گدائی لے جانے والی بن جائے تو پھر اس قوم کے بے شرم اور بے غیرت ہونے میں کیا کسر باقی رہ جاتی ہے؟ ہم یہاں کسی خاص قوم یا معاشرے کی نشاندہی نہیں کر رہے لیکن یہ بات ضرور ہے کہ مذکورہ بالا کوائف کی روشنی میں کوئی بھی معاشرہ خود کو حیادار یا بے حیا ہونے کی کسوٹی پر پرکھ سکتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ قوم کو شرمساری یا ڈھٹائی کی طرف لے جانے میں اس کے ارکان مملکت ہی کا تمام تر ہاتھ ہوتا ہے کیوں کہ انہی کی ہدایات وقوانین پر قوم چلتی اور انہی کے فرامین پر قوم آگے بڑھتی ہے۔ معروف کہاوت ہے کہ ''الناس علی دین ملوکھم'' یعنی عوام اپنے بادشاہوں کا طرزِ زندگی ہی اختیار کرتے ہیں۔ اگر حکمران اربوں روپے ہڑپ کر کے، لاتعداد غلط کاریاں کر کے اور ان گنت زندگیوں کو ٹھکانے لگا کر بھی خود کو ''معزز'' اور قوم کی قیادت کا ''اہل'' قرار دیتے ہوں تو ان کے پیچھے پھر قوم کے عام افراد بھی انفرادی طور پر ہی کیوں نہ قوم کو لوٹنے والے، زانی اور قاتل بننے سے پیچھے رہیں گے؟ چوں کہ صاحبانِ جاہ واقتدار کے پاس ملکی دولت، ذرائع وسائل، ذرائع ابلاغ، فوج، پولیس اور قانون سب کچھ مٹھی میں ہوتے ہیں اس لیے اگر وہ چاہیں تو قوم کو بے شرمی کی راہ پر ڈال دیں اور چاہیں تو اسے شرم وحیا کی صفات کا مظہر بنا دیں۔

اس وقت اپنے معاشرے کا جو حال ہم دیکھ رہے ہیں، اس سے انفرادی اور اجتماعی طور پر یہ نتیجہ نکالنا بے جا نہیں ہے کہ ع ''حمیت جس کو کہتے ہیں، گئی تیمور کے گھر سے۔'' حمیت وغیرت ہمیں کسی بھی سطح پر کارفرما دکھائی نہیں دیتی۔ بڑے بڑے سنجیدہ لوگوں اور بعض عملی مسلمانوں کے گھروں اور دفتروں کے معاملات میں بھی بے حیائی راج کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بھلا جو سرکاری افسر اعلیٰ بہت بڑا مرتشی ہو اور پھر اپنے دفتر میں وہ جماعت کی امامت بھی کرائے محض اس لیے کہ وہ داڑھی رکھتا ہے، تو پھر اس کے قبضے میں حیا کہاں ہوئی؟ اور اگر کوئی تہجد گزار صنعت کار جو ہر سال پابندی سے خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہو، صرف ذاتی منافع کی خاطر اپنی پیداوار کو مارکیٹ سے اٹھا کر ''ذخیرہ سیاہ'' کر لے اور عوام الناس کو بھوکا مار دے تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ شرم کا مارا ہوا خدا رسیدہ فرد بھی ہے۔ اسی طرح اگر پارلیش نمازی اور اسلامی فرائض کی ادائیگی کرنے والا کاروباری اپنے لیے ایک خوش شکل خاتون سیکرٹری دفتر میں تعینات کر لے تو اس سے شرم وحیا کا سوال کرنا ہی بے کار ہے۔

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ راولپنڈی میں مقیم شیخ فیملی کو اپنی کنواری بیٹی، عمر 35 سال، تعلیم بی اے، ہومیو ڈاکٹر کے لیے صوم وصلوٰۃ کا پابند تعلیم یافتہ، برسرروزگار، شخص کا رشتہ درکار ہے۔ دوسری شادی کے خواہشمند (بغیر پہلی بیوی وبچوں کے) رابطہ کر سکتے ہیں راولپنڈی یا قریبی مضافات کے رہائشی قابل ترجیح۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0333-097411

☆ لڑکا، عمر 24 سال، انجینئر، قد 6 فٹ کے لیے دینی مزاج کی حامل پڑھی لکھی، قبول صورت (قد 5.5) لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0323-4669587

☆ بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم ایم ایس سی ریاضی کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0320-5851414

بقیہ: کار تریاقی

کے گلے یوں نہ گھونٹے گئے تھے۔ ایم ایم عالم نے ایک جذب کے عالم میں بھارتی جہازوں کا قبرستان تخلیق کیا تھا اور باقی زندگی متشرع اور سربسجود رہ کر گزاری تھی۔ اب بھارت کے مقابل اپنے اسلحہ خانے اور جہاز، ٹینک نہ گنیے۔ سینوں کو ٹٹولیے۔ صرف تارے گنے ہیں؟ یا ملٹی بلین سٹار آسمانوں کے مالک سے بھی کوئی ربط ضبط ہے؟ کیا ہم جہاد فی سبیل اللہ (صرف اس کے نتیجے میں شہادت کی حیاتِ جاوداں ہے) کفر کے مقابل کے لیے تیار ہیں؟

پھر اللہ کے سارے سچے وعدے ہمارے ہی لیے ہیں۔ سورۃ الانفال کے مطابق ایک بمقابلہ دس یا کم از کم دو گنا طاقت کے خلاف مومن کافی ہو جاتا ہے۔ بھارت ہمارے مقابل ٹھہر نہیں سکتا، جیسے مٹھی بھر کشمیری یا فلسطینی کفر کو ناکوں چنے چبواتے ہیں یا افغانستان کے 35 ہزار مجاہد 48 ممالک سے فتح یاب ہوئے۔ یہ معجزہ آپ نے آنکھوں سے دیکھا ہے! فارمولا وہی ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی!

میڈیا کو کلمہ پڑھا دیجیے۔ جنگی بنیادوں پر حقیقی علماء سے (رینڈ کارپوریشنی نہیں) سورۃ الانفال، التوبہ، محمد ﷺ، اور الاحزاب پڑھوا دیجیے۔ نوجوان خون میں اتارے گئے راگ رنگ کا تریاق ہو جائے گا۔ عشق عاشقی پر حرام موتیں مرتے، ون ویلنگ اور ڈور پھرنے کے ہاتھوں جانیں ضائع کرنے کی بجائے امر ہو جائیں گے۔ نصاب ٹھیک کیجیے۔ 11 ستمبر کو سعادت حسن منٹو پر فلم ریلیز کر کے نوجوانوں کو رول ماڈل دینے والے ہوش کے ناخن لیں۔ بانی پاکستان کی وفات کا دن گویا دو قومی نظریے کے وفات کے دن کے طور پر منایا جائے گا؟ آتش حرص وہوس بھڑکا کر کتنی ایان علی اور پیدا کریں گے؟ پاکستان کو درپیش خطرات کا مقابلہ یوں ہوگا؟

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی

☆☆☆☆☆

دعائے صحت

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کے منفرد اسرہ کے نقیب رضا محمد گجر عرصہ ڈیڑھ ماہ سے ٹانگ کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

حج کی روح اور اس کا فلسفہ

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا عازمین حج سے خصوصی خطاب

23 راگست 2015ء کو مسجد نور باغ والی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ نے عازمین حج سے خصوصی خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کی تقریب اصلاً عازمین حج کے لیے ہے۔ میں سب سے پہلے انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ اس سال ان کی دیرینہ آرزو پوری ہورہی ہے اور وہ حج بیت اللہ کے مبارک سفر کے لیے رختِ سفر باندھ رہے ہیں۔ میری آج کی گفتگو حج کے احکام اور مسائل کے حوالے سے نہیں ہوگی، اس لیے کہ اس پر نہایت مفصل اور پُر مغز گفتگو دیگر مقررین فرما چکے ہیں' بلکہ میں چاہوں گا کہ آپ کے سامنے حج کی روح اور اس کے فلسفے کو بیان کروں جو آج ہماری نظروں سے اوجھل ہو چکا ہے۔ ہمارے معاشرے میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جو ہر سال حج اور عمرہ کے لیے جاتے ہیں' لیکن ان کی زندگیوں میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں آتی اور نہ ہی ان کے طرزِ عمل میں کوئی انقلاب واقع ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم میں حج و عمرہ کی اصل روح مفقود ہو چکی ہے۔ وہ جو اقبال نے کہا تھا:

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے، تو باقی نہیں ہے!

میری کوشش یہ ہوگی کہ آج میں حج کی اسی روح کے حوالے سے چند نکات آپ کے سامنے رکھوں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الذاریات میں انسانوں اور جنوں کی تخلیق کا مقصد ''عبادتِ رب'' قرار دیا ہے۔ عبد یعنی غلام کا اصل کام یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ آقا کا ہر حکم مانے اور اس کے سامنے جھک کر رہے، لیکن جب مالکِ حقیقی کی بندگی کا ذکر ہوگا تو یہاں عبادت سے مراد ہے کہ اللہ کی رضا کی خاطر اس کی کامل اطاعت' محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر کی جائے۔ ویسے تو یہ محبت ہر عبادت کا حصہ ہے' مگر حج اسلام کا وہ عظیم الشان رکن ہے جس کی ادائیگی کا ہر مرحلہ بے تابانہ محبت اور وارفتگی کا مظہر ہے۔ ہر پہلو سے عشقِ خداوندی اور صحبتِ ایزدی کا اظہار ہوتا ہے۔ حج کے دوران انسان دیوانہ وار اپنے خالق کی رضا میں سرگرمِ عمل رہتا ہے۔ ایک حاجی جب احرام باندھ کر حرم میں داخل ہوتا ہے اور ننگے سر، ننگے پاؤں اور بدن پر صرف سفید چادر اوڑھے طواف کرتا ہے تو یہ گویا ایک مجذوب کی سی حالت ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ بقول اقبال ؏ ''مقامِ بندگی دیگر' مقامِ عاشقی دیگر'' کے مصداق حج اصل میں اپنے خالق کے عشق کے اظہار کا نام ہے۔ اسی طرح حاجی اپنی زبان سے لبیک اللّٰھم لبیک کہتا ہوا مکہ مکرمہ پہنچتا ہے تو وہ اپنے جذبہ عشق کو سکون عطا کرتا ہے۔ مناسک حج میں صفا اور مروہ کے درمیان دیوانہ وار انداز میں سعی بھی شامل ہے، اور پھر یہی عشق اس کو احرام کی دو چادروں میں منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کی وادیوں میں دیوانہ وار گھومنے پر راضی کرتا ہے۔ الغرض سفرِ حج کا ہر لحہ عشق و محبت کا آئینہ دار اور بندہ کی جانب سے محبوبِ حقیقی سے والہانہ محبت کا کھلا مظاہرہ ہے۔ حج کے بہت سے مناسک ایسے ہیں جن کی کوئی عقلی تاویل ممکن نہیں ہے، بجز اس کے کہ یہ سب محبتِ الٰہی اور وارفتگی کے مظاہر ہیں جو بندے کے اپنے رب کے ساتھ والہانہ تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ عقلیت گزیدہ افراد کے لیے ناقابلِ فہم ہے۔

آپ تمام حضرات حج بیت اللہ کی سعادت کے لیے جا رہے ہیں۔ واقعتاً اللہ تعالیٰ کا یہ آپ پر خصوصی فضل ہے۔ حج کے احکام اور مسائل ہمارے ساتھیوں نے آپ کے سامنے رکھ دیے ہیں اور مولانا امین چترالی صاحب نے بڑی خوبصورتی سے حج کے مناسک بھی بیان کر دیے ہیں۔ البتہ میں یہ عرض کروں گا کہ حج بیت اللہ کی سعادت کے حصول کے بعد ہماری زندگیوں میں مثبت تبدیلی ضرور آنی چاہیے۔ خانہ کعبہ اور حج بیت اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کی لازوال اور بے مثال مثالوں کا بیان بھی ضرور ہوتا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے گھر والوں نے اللہ کی راہ میں جو قربانیاں دیں' اللہ تعالیٰ نے ان کی یاد میں بہت سی چیزوں کو زندہ رکھا ہے۔ آبِ زم زم ہو یا صفا و مروہ کے درمیان سعی کا عمل' پھر بیت اللہ کی تعمیر ہو یا مقامِ ابراہیم اور رمی جمرات ہو یا قربانی کی رسم، یہ سارے کام اور مقامات سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی محبتِ الٰہی میں سرشاری اور عظیم الشان قربانیوں کی یادگار ہیں۔ آج بھی حاجی کو چاہیے کہ وہ مکہ مکرمہ سے لوٹتے ہوئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ کی پیروی اپنے ساتھ لے کر آئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جو توحید کے سچے علمبردار تھے، اس وقت کے طاغوت نمرود کے سامنے کلمۂ حق کہہ کر اسے لاجواب کر دیا تھا۔ اسی طرح ہر حاجی کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر توحید کو سربلند کرے اور اس طاغوتی نظام کے خلاف کلمۂ حق کہنے کی جرات پیدا کرے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی محبت کی خاطر گھر کی محبت اور عیش و آرام کو قربان کر دیا اور پھر اللہ کی محبت کی خاطر وطن کی محبت کو قربان کر کے اللہ کے بھروسہ پر اس کی راہ میں مسافرت اختیار کی اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر اپنے انتہائی سعادت مند بیٹے کو قربان کرنے پر آمادۂ عمل ہوئے اور یہ ثابت کر دیا کہ وہ صرف اللہ کے ہیں اور اس کے لیے ہی یکسو ہیں۔ حج اور عمرہ کے مختلف مناسک ادا کرتے وقت یہ اسوہ ہمارے سامنے رہنا چاہیے۔ حاجی کی زندگی میں اس طرح کی انقلابی تبدیلی آئے کہ وہ واپس آ کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے اللہ کی محبت کی خاطر دنیا کی تمام محبتوں کو پس پشت ڈال دے اور اس کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہو جائے۔ اسی طرح حاجی صاحبان کے لیے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی حاضری اور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کا اصل حاصل یہ ہونا چاہیے کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے محبت اور ان کے ادب و احترام کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کا جذبۂ صادق بھی ساتھ لے کر آئیں۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے اللہ کی محبت کی خاطر دین کی جدوجہد اور محنت کی، ایسے ہی ہمیں بھی اپنی زندگی اس کام کے لیے لگانا اور کھپانا ہوگی۔ الغرض حج کے بعد انسان کی زندگی میں یہ مثبت تبدیلی آنی چاہیے اور اس کے لیے ابھی سے آپ سب کو بھرپور کوشش کرنی چاہیے تاکہ آپ اس باسعادت سفر کی برکات سے بھرپور طور پر استفادہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام لوگوں کے حج کو قبول فرمائے اور ہم سب کو اسوۂ ابراہیمی کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین! (رپورٹ: شکیل احمد)

منفرد اُسرہ مردان، خیبر پختونخوا کے زیر اہتمام دورہ منتخب نصاب

رمضان المبارک میں مردان میں تراویح کے ساتھ منتخب نصاب کی تدریس کا اہتمام کیا گیا۔ مقرر اُسرہ مردان کے نقیب ڈاکٹر حافظ محمد مقصود قرار پائے۔ پروگرام کے انعقاد کے لیے گلبرگ ٹاؤن کو چنا گیا۔ ہمارے حبیب جناب شفیق نواب نے اپنا حجرہ پیش کیا جہاں پر 150 افراد کے لیے گنجائش تھی۔

پروگرام کی تشہیر کے لیے تین مقامات پر استقبال رمضان کے موضوع پر پروگرام کا اہتمام کیا گیا، جن میں سے ایک پروگرام کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی کرائی گئی۔ اس کے لیے خصوصی طور پر رفیق تنظیم محمد عمر قریشی کو پشاور سے مدعو کیا گیا۔ استقبال رمضان کے پروگرام ان مقامات پر منعقد کیے گئے: 1) جامع مسجد بنوری، شمسی روڈ، 2) مسجد عمر فاروق، نواب علی روڈ، 3) گلبرگ ماڈل ٹاؤن، محبت آباد۔ مقرر کی ذمہ داری ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے ادا کی۔ تشہیر کے لیے بروشر تیار کروا کر تقسیم کیے گئے۔ مردان کے 5 مصروف ترین مقامات پر پینا فلیکس لگوائے گئے۔ تشہیری مہم کی ذمہ داری راقم الحروف اور جناب محمد ایاز نے ادا کی۔

یکم رمضان المبارک سے پروگرام کا باقاعدہ افتتاح کیا گیا۔ پروگرام کو اس طرح سے ترتیب دیا کہ 20 رکعت کی تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد مضامین قرآن بیان کیے جاتے تھے۔ بارہویں رکعت کے اختتام پر زیر درس موضوع پر گفتگو کے ساتھ ریفرشمنٹ کا انتظام کیا گیا تھا۔ سورہ عصر سے ابتدا کی گئی اور سورۃ الحدید پر اختتام ہوا۔ پروگرام میں چالیس تا پچاس احباب نے باقاعدہ شرکت کی۔ ڈاکٹر محمد مقصود کے چھوٹے بھائی کی وفات کی وجہ سے چند دن راقم الحروف کو یہ ذمہ داری ادا کرنی پڑی۔ پرگرام کے آخری دن تقریباً 150 احباب نے شرکت فرمائی۔ یہ پروگرام 25 روز پر محیط تھا۔ اس پروگرام کی وجہ سے تنظیم اسلامی کا تعارف بڑے پیمانے پر ہوا۔ کافی احباب نے تنظیم کی فکر، اس کے منہج اور طریقہ کار کے بارے میں آگاہی حاصل کی۔ (رپورٹ: محمد عادل)

حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام حج تربیتی پروگرام

☆ حلقہ لاہور شرقی نے امسال پہلی مرتبہ حجاج اکرام (مرد و خواتین) کے لیے ایک تربیتی نشست کا انعقاد کیا۔ یہ نشست 23 اگست کو جامع مسجد نور باغ والی، محمد نگر، گڑھی شاہو میں صبح 10 تا نماز ظہر منعقد ہوئی۔ عازمین حج میں رفقاء و احباب دونوں نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآنِ حکیم سے ہوا۔ بعد ازاں امیر حلقہ لاہور شرقی نے شرکاء کو خوش آمدید کہا اور پروگرام کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور حجاج سے دعا کی درخواست بھی کی۔

☆ عمرہ و حج اور حرمین شریفین کی فضیلت کے موضوع پر حلقہ لاہور غربی سے محترم نثار احمد خان نے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں انتہائی سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ حلقہ کے ناظم دعوت محترم شکیل احمد نے شرکاء کے سامنے حج سے قبل سفر میں اور دورانِ حج ضروری انتظامی مسائل کو بیان کیا۔ مناسک حج و قربانی کے مسائل پر مولانا محمد امین چترالی نے انتہائی خوبصورت گفتگو فرمائی اور وائٹ بورڈ کی مدد سے طواف حرم و دیگر مقامات پر کیے جانے والے اعمال انتہائی آسان انداز میں سمجھائے۔

☆ امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید نے حجاج کرام کے سامنے روح قربانی و حج کے موضوع پر جامع خطاب فرمایا۔ پروگرام کے اختتام پر عازمین حج میں حج سے متعلق کتابوں کا ایک خوبصورت تحفہ پیش کیا گیا اور نماز ظہر کے بعد طعام کا بندوبست بھی تھا۔ اللہ ہمیں اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمالے۔ (رپورٹ: ناظم نشر و اشاعت، حلقہ لاہور شرقی)

امیر حلقہ لاہور شرقی کا دورہ قرآن اکیڈمی جھنگ

☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ اور گوجرہ روڈ کے سنگم پر واقع لالہ زار کالونی میں انجمن خدام القرآن جھنگ کی قرآن اکیڈمی جو تحریک خلافت پاکستان کے ناظم اعلیٰ جناب مختار حسین فاروقی کی انتھک محنت اور کاوشوں کی منہ بولتی تصویر ہے، کا 14 اگست 2015ء کو راقم نے سیکرٹری تحریک خلافت پاکستان جناب عبدالرزاق اور ناظم نشر و اشاعت حلقہ لاہور شرقی جناب طارق محمود خان صاحب کے ہمراہ ایک مطالعاتی دورہ کیا۔

☆ 6 کنال اراضی پر مشتمل زیر تعمیر قرآن اکیڈمی جھنگ 1998ء سے محترم مختار حسین فاروقی کے زیر نگرانی دعوت دین بذریعہ قرآن کی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ برادرم مختار حسین فاروقی اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اس کے انتظامی و تدریسی نظام کو بخوبی چلا رہے ہیں۔

☆ اس مطالعاتی دورہ میں اکیڈمی کے شعبہ جات کا تعارف حاصل کیا گیا۔ تدریسی سرگرمیوں بالخصوص 25 روزہ کورس کی تفصیلات معلوم کی گئیں۔ اکیڈمی میں ترجمہ قرآن کا آغاز کیا گیا ہے جو ہر جمعہ کو صبح 11 بجے تا 1 بجے صدر انجمن خدام القرآن جھنگ خود کراتے ہیں۔ اس سلسلہ کے دوسرے پروگرام میں شرکت کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ انتظامیہ نے مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

☆ اللہ تعالیٰ قرآن کی خدمت کے اس مرکز کو ترقی عطا فرمائے، دین کی دعوت کو عام کرنے کا ذریعہ بنائے اور اس کے منتظمین و ذمہ داران کو اجر عظیم سے نوازے اور استقامت عطا فرمائے! (رپورٹ: قرۃ العین خان)

دعائے مغفرت
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

☆ حلقہ کراچی شمالی گلستان جوہر 2 کے رفیق جناب محمد شکیل اختر وفات پا گئے۔
☆ حلقہ مالاکنڈ بی یونٹ تنظیم کے ملتزم رفیق حیات ولی کے والد وفات پا گئے۔
☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم قرآن اکیڈمی کے رفیق جناب اجمل عبدالماجد فاروقی کی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)
قارئین سے بھی مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

”مسجد بنت کعبہ، N-866، پونچھ روڈ سمن آباد، لاہور“ میں

2 تا 4 اکتوبر 2015ء (جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

نقباء تربیتی کورس

(نئے و متوقع نقباء کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0323-4443666 / 0332-8269336

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت (042)36316638-36366638

UK parliament forced to consider petition to arrest Netanyahu as it reaches over 100,000 signatures

The British parliament will consider a petition on its website seeking the arrest of Israeli PM Benjamin Netanyahu for "war crimes" after it reached its target of 100,000 signatures.

"Benjamin Netanyahu is to hold talks in London this September. Under international law he should be arrested for war crimes upon arrival in the UK for the massacre of over 2000 civilians in 2014," says the petition published by Damian Moran, an anti-Israel activist, on August 7.

Parliament considers all petitions that receive more than 100,000 signatures for a debate.

However the British government had already dismissed the petition to arrest the Israeli PM. "Under UK and international law, visiting heads of foreign governments, such as Prime Minister Netanyahu, have immunity from legal process, and cannot be arrested or detained," it said in a statement.

The British government also said that during 'Operation Protective Edge' in 2014 Israel had a right to defend itself by taking proportionate action within the boundaries of the humanitarian law."

"The UK is a close friend of Israel and we enjoy an excellent bilateral relationship, built on decades of cooperation between our two countries across a range of fields," the statement concluded.

However the petition's organizer himself has said that although the possibility of Netanyahu's arrest by UK authorities seems impossible, his intent was different.

"I honestly don't expect him to get arrested because of the universal support of the West for Israel ... it is a clear message to him that there's a massive amount of people who don't want him here." he told Al Jazeera.

Netanyahu is going to visit London next week where he will meet with British Prime Minister David Cameron. Extra security measures will be taken ahead of Netanyahu's visit amid fears of protests over his record on Gaza and the treatment of Palestinians.

More than 2,000 Palestinians were killed by Israeli forces during the 50-day Operation Protective Edge which destroyed much of Gaza.

Source adapted from: http://www.rt.com/op-edge/

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''قرآن اکیڈمی، 25 آفیسرز کالونی، بوسن روڈ
(عقب ملتان لاء کالج) ملتان''میں
4 تا 10 اکتوبر 2015ء (اتوار نماز عصر تا ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
رفقاءاِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ عبادتِ رب
☆ شہادت علی الناس ☆ اقامت دین
☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

9 تا 11 اکتوبر 2015ء (جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)
کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اور
امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 061-6520451, 0331-7045701

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 36316638-36366638(042)